جلد ۱۴ — اخاء ۱۳۵۲ هش — شماره ۱۰

اکتوبر ۱۹۷۳ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت آٹھ روپے
دیگر ممالک ایک پونڈ

فی پرچہ پچھتر پیسے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

رمضان المبارک ۱۳۹۳ ہجری اخاء ۱۳۵۲ ہش

اکتوبر ۱۹۷۳ء

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

قیمت سالانہ

فہرست مضامین

ناشر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چوہدری محمد ابراہیم
مطبع ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقامِ اشاعت ۔ ۔ ۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دارالصدر جنوبی ربوہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

رمضان المبارک ۱۳۹۳ ہجری   اخاء ۱۳۵۲ ہش

اکتوبر ۱۹۷۳ء

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

قیمت سالانہ
آٹھ روپے

فہرست مضامین

ناشر . . . . . . چوہدری محمد ابراہیم

مطبع . . . . . . ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت . . . دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دار الصدر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۱۴ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۱۰

اخاء ۱۳۵۲ھش

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے حالیہ سفر یورپ کی عظمت و اہمیت

یورپ سے حضور کے ہمراہ آنے والے دریائے نور کی ایک مسحور کن جھلک

اللہ تعالیٰ کی یہ بھی ایک سنت ہے کہ وہ اپنے ماموروں، ان کے خلفاء اور اپنے دیگر بندگان اخص کو جنہیں وہ عزیمت کے مقام پر کھڑا کرتا ہے بہت سی عقدہ کشائیوں اور ان کے مشن میں ان کی بہت سی غیر معمولی کامیابیوں کو بعض سفروں کے ساتھ وابستہ کر دیتا ہے جنہیں وہ خاص خدائی منشاء اور اذن کے ماتحت اختیار کرتے ہیں۔ تاریخ مذاہب عالم میں سے اس کی ایک نہیں متعدد مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ اُن کے ان سفروں کو غیر معمولی برکتوں سے بھر دیتا ہے۔ جہاں بھی وہ جاتے ہیں قدم قدم پہ انہیں غیر معمولی تائید و نصرت نیز کامیابیوں اور کامرانیوں کی عظیم الشان بشارتوں سے نوازتا ہے جس کے نتیجہ میں غلبۂ حق کے نئے سے نئے راستے کھلتے چلے جاتے ہیں۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تقائے الٰہی کے مرتبہ عالیہ پر فائز انسان کے ساتھ ہی سفروں کے دوران اللہ تعالیٰ کے اسی خاص سلوک کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

"جب یہ سفر کرے تو خدا تعالیٰ معہ اپنی تمام برکتوں کے اس کے ساتھ ہوتا ہے اور جب یہ گھر میں آوے تو ایک دریا نور کا ساتھ لاتا ہے۔" (آئینہ کمالات اسلام ص ۹)

جب اس نقطۂ نظر سے ہم سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ان سفروں پر نگاہ ڈالتے ہیں جو حضور نے خدائی منشاء اور اذن کے ماتحت اختیار فرمائے تو یہ حقیقت آشکار ہوئے بغیر نہیں رہتی کہ ان سفروں میں فی الواقعہ خدا تعالیٰ مع اپنی تمام برکتوں کے حضور کے ساتھ تھا اور جب حضور ان سفروں سے واپس تشریف لائے تو ہر بار ایک دریا نور کا اپنے ساتھ لائے۔ ۱۹۶۷ء کے سفر یورپ کے دوران اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ توفیق بخشی کہ آپ یورپ کی سرزمین پر کھڑے ہو کر مغربی اقوام کو آنے والے ہولناک ترین عذاب سے متنبہ فرمائیں اور انہیں اس عذاب سے بچنے اور خدا تعالیٰ کی امان کے نیچے آنے کی راہ بتائیں پھر یورپین ممالک میں آپ کی طلب کردہ پریس کانفرنسوں، ٹیلی ویژن انٹرویوز اور لیکچروں کی وجہ سے وہاں اسلام کا اس قدر وسیع پیمانہ پر چرچا ہوا کہ وہاں کا چرچ بوکھلا اٹھا اور اس نے حضور کے اس دورہ کو عیسائیت کے حق میں خطرہ کا الارم قرار دیا۔ پھر ۱۹۷۰ء کے سفر مغربی افریقہ کے دوران اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب صافی میں "نصرت جہاں آگے بڑھو سکیم" القاء فرمائی اور پھر اس میں ایسی فارق عادت برکت ڈالی کہ دیکھتے ہی دیکھتے نصرت جہاں ریزرو فنڈ میں لاکھوں لاکھ کی رقوم جمع ہو گئیں اور مغربی افریقہ کے ممالک میں احمدیہ ہسپتالوں اور احمدیہ ہائر سیکنڈری سکولوں کا قیام عمل میں آتا چلا گیا۔

اب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے حالیہ سفر یورپ کے دوران اللہ تعالیٰ نے یورپ اور باقی تمام دنیا میں انتہائی وسیع پیمانہ پر تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کرنے سے متعلق دو علیحدہ علیحدہ منصوبوں کا خاکہ حضور کو القاء فرمایا ہے جیسا کہ حضور نے سفر یورپ سے واپس تشریف لانے کے بعد ۲ ماہ تبوک کے خطبہ جمعہ میں بتایا ہے۔ ان میں سفر یورپ کے متعلق منصوبے کی تفصیلات حضور آئندہ خطبات میں بیان فرمائیں گے اور باقی دنیا سے متعلق منصوبے کی تفصیلات سے حضور احباب جماعت کو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر آگاہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ منصوبے حضور کے حالیہ سفر یورپ کا ایک عظیم الشان ثمرہ ہیں اور "نصرت جہاں آگے بڑھو سکیم" کی طرح جب یہ منصوبے بروئے عمل آئیں گے تو یورپ اور باقی دنیا میں اسلام کے زور شور سے پھیلنے کی نئی راہیں اس شان سے کھلیں گی کہ اسلام روئے زمین پر غالب آئے بغیر نہ رہے گا۔

اب یہ امر ظاہر و باہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے خود حضور کو یورپ کے تاریخی سفر پر لے گیا تھا وہ مع اپنی تمام برکتوں کے اس سفر میں حضور کے ساتھ تھا۔ حضور نے یورپ کے حالات کا بچشم خود مشاہدہ کرنے کے ساتھ ساتھ وہاں غلبۂ اسلام کے متعلق درد و سوز کے ساتھ دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرر کردہ خلیفہ کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے تبلیغ اسلام کی مہم کو وسیع سے وسیع اور تیز سے تیز تر کرنے کے سلسلہ میں حضور کے قلب مطہر میں دو منصوبے القاء فرمائے۔ ان عظیم منصوبوں اور ان کے نتیجہ میں آگے چل کر رونما ہونے والے انقلاب عظیم کے پیش نظر حضور کے حالیہ تبلیغی سفر کی اہمیت اور اس کی بے اندازہ افادیت روز روشن کی طرح عیاں ہوئے بغیر نہیں

رہتی۔ یہ دو مقصد دراصل فی الاصل وہ دو دریائے نور ہیں جنہیں حضور سفرِ یورپ سے واپسی پر اپنے ہمراہ لائے ہیں اور جن کی ایک سحر کن جھلک حضور کے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ ستمبر میں دیکھنے کی ہمیں سعادت نصیب ہوئی ہے۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔

ہمارا فرض ہے کہ ان نئے منصوبوں کے روبعمل آنے کے سلسلہ میں ہم پر جو نئی اور عظیم ذمہ داریاں عائد ہونے والی ہیں ہم انہیں کما حقہٗ ادا کرنے کے لئے ابھی سے مستعد ہو جائیں اور اللہ تعالےٰ کے حضور التزام سے دعائیں کرنا شروع کر دیں کہ وہ اپنے فضل سے پہلے کی طرح ہمیں اپنی ان نئی ذمہ داریوں سے بھی صحیح معنوں میں عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا کرے اور اسلام کے یورپ میں ہی نہیں کُل دنیا میں جلد تر غالب آنے کے سامان فرمائے آمین۔

اپنی اپنی استعداد کے مطابق مظہرِ صفاتِ باری بننے کا انمول موقع

آج کل ہم رمضان کے انتہائی بابرکت مہینے میں سے گزر رہے ہیں۔ اس ماہِ مبارک کی عظیم الشان برکتوں کا راز یہ ہے کہ یہ مہینہ مومنوں کو اللہ تعالےٰ کے رنگ میں رنگین ہونے اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس کی صفات کا مظہر بننے کا انمول موقعہ فراہم کرتا ہے۔

رمضان کی سب سے اہم عبادت روزہ ہے۔ اس پورے مہینے کے روزے مسلمانوں پر فرض کئے گئے ہیں۔ روزہ میں انسان صبحِ صادق کے طلوع ہونے سے سورج کے غروب ہونے تک تمام عرصہ میں کھانے پینے سے بکلّی مجتنب رہتے ہوئے اپنے اوپر انقطاع الی اللہ کی کیفیت وارد کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کھانے پینے اور ہر قسم کی حوائج سے پاک ہے۔ انسان بھی رمضان کے مہینے میں کھانے پینے اور بہت سی دوسری حوائج سے دستکش اور ایک حد تک بے نیاز ہو کر اپنے طور پر اللہ تعالےٰ کا رنگ اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کو اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ ایک روزہ دار رات کو تھوڑا وقت سونے کے بعد پھر نیند کو خیرباد کہہ دیتا ہے اور رات کی خاموش گھڑیوں میں آرام کرنے کی بجائے اللہ تعالےٰ کے حضور سجدہ ریز ہو کر اس کی تسبیح و تحمید کرنے اور اس سے دعائیں مانگنے میں مشغول رہتا ہے۔ الغرض رمضان کی جتنی بھی مخصوص عبادات ہیں اگر ان کی حقیقت پر غور کیا جائے تو ان کا مقصد ایک ہی نظر آتا ہے اور وہ یہ کہ روزہ دار اپنی استعداد کے مطابق اپنے انتہائی محدود دائرہ کے اندر خدائی صفات کو اپنانے اور ان کا مظہر بننے کی کوشش کرے اور یہی فی الاصل پیدائشِ انسانی کا مقصد ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے رمضان کے مہینے کو عظیم الشان برکتوں سے معمور فرمایا ہے اور ایک حدیث قدسی کی رو سے خاص روزہ کی عبادت کو

متعلق یہاں تک کہا ہے کہ:

كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِيْ وَأَنَا أَجْزِيْ بِهِ (بخاری)

یعنی انسان کے سب اعمال اس کے اپنے لئے ہیں مگر روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزا بنوں گا۔ یعنی اس کے اس عمل کے نتیجہ میں اسے اپنا دیدار نصیب کروں گا۔

اس حدیثِ قدسی سے روزہ کی عبادت اور رمضان المبارک کی عظمت و اہمیت ظاہر ہو رہی ہے۔ دراصل رمضان کا مہینہ اسی لئے مقرر کیا گیا ہے اور اس ماہِ مبارک کے روزے اسی لئے فرض قرار دیئے گئے ہیں کہ ہمیں اپنے آپ کو اللہ کے رنگ میں رنگنے اور اپنی محدود استعداد کے مطابق اس کی صفات کا مظہر بننے کی مشق کرائی جائے تاکہ ہم بحیثیت انسان اور اشرف المخلوقات اپنی پیدائش کے مقصد کو پورا کرنے والے بن سکیں۔

اس لحاظ سے موجودہ ایام جن میں سے آج کل ہم گزر رہے ہیں انتہائی بابرکت ایام ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم پوری شرائط کے ساتھ روزے رکھیں، رمضان کی جملہ دیگر عبادات پورے خلوص نیت اور خشوع و خضوع کے ساتھ بجا لا کر اپنی اپنی استعداد کے مطابق اللہ تعالےٰ کی صفات کے مظہر بننے کی کوشش کریں تا خدا خود اس کی جزا بن کر ہمیں دین و دنیا میں سرخرو ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ اسی کے فضل کے نتیجہ میں شیطان ہمیشہ کے لئے جکڑ دیا جائے ہمارے لئے دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جائیں اور جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں اور خدا ہمیں ہماری استعداد کے مطابق وہ نفسِ مطمئنہ عطا فرمائے جس کے متعلق اس نے ارشاد فرمایا ہے:

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً ۔
فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي ۔ (الفجر آیات ۲۸ تا ۳۱)

اے نفسِ مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ آ اس حال میں کہ تو اسے پسند کرنے والا بھی اور اس کا پسندیدہ بھی ہے۔ پھر آ میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا اور آ میری جنت میں بھی داخل ہو جا۔

عید کے معاً بعد آنے والی ایک اور عید

رمضان کا بابرکت مہینہ اس طور پر گزارنے کی خوشی میں کہ ہر سچے اور حقیقی مسلمان کو اپنی اپنی استعداد کے مطابق صفاتِ الٰہیہ کا مظہر بننے اور اس طرح اللہ تعالےٰ کے رنگ میں رنگین ہونے کی توفیق ملی یکم شوال کو عید منائی جاتی ہے۔ عید کا دن اللہ تعالےٰ کے ان انعامات و افضال پر جو اس نے رمضان میں نازل فرمائے شکر گزاری کا

دن ہوتا ہے اس شکرگزاری کے طور پر ہی اُس روز عید کی نماز ادا کی جاتی ہے۔ شکرگزاری کے بغیر خوشی منانے کا تصوّر اسلام میں سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ اِس لحاظ سے اسلامی نظریۂ حیات کی رو سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں پر اجتماعی شکرگزاری کا نام ہی عید ہے۔

امسال عیدالفطر کے معاً بعد ہمارے لئے ایک اور عید بھی آرہی ہے یعنی اجتماعی شکرگزاری کا ایک اور موقعہ پیدا ہونے والا ہے اور وہ ہے انصار اللہ کا سالانہ مرکزی اجتماع جو امسال ۹، ۱۰، ۱۱ ر نبوت ۱۳۵۲ ہش مطابق ۹، ۱۰، ۱۱ ر نومبر ۱۹۷۳ء بروز جمعہ ہفتہ اتوار ربوہ کی مقدس سرزمین میں منعقد ہونا قرار پایا ہے۔ وہ ہزاروں ہزار انصار بھائی جو سال بہ سال اپنے اِس الٰہی اجتماع میں شرکت کی سعادت سے بہرہ یاب ہوتے چلے آرہے ہیں اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر جانتے ہیں کہ ان کا یہ اجتماع ذکر الٰہی اور انابت الی اللہ کے جس روح پرور ماحول میں منعقد ہوتا ہے اس کے زیر اثر اس میں شرکت کرنے والے روحانی مسرتوں اور کیف و سرور سے سرشار ہوئے بغیر نہیں رہتے اسی لئے وہ ہر سال اس امر کے منتظر رہتے ہیں کہ کب سالانہ اجتماع کے دن قریب آئیں اور وہ انتہائی ذوق و شوق کے عالم میں مرکزِ سلسلہ کی طرف روانہ ہوں وہاں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زبانِ فیض ترجمان سے اللہ تعالیٰ کے پیہم نازل ہونے والے افضال و انعامات نیز غلبۂ اسلام کی مہم میں ملنے والی نئی کامیابیوں اور کامرانیوں کا ایمان افروز تذکرہ سنیں اور پھر ان افضال و انعامات اور کامیابیوں پر سجداتِ شکر بجا لائیں اور دن اور رات ذکرِ الٰہی میں مشغول رہ کر اجتماعی شکرگزاری کے اس انمول موقع سے فائدہ اٹھائیں اور اس طرح ایک نئی عید کی خوشیوں اور مسرتوں سے بھرپور و مسرور ہوں۔

ایسے احباب جو سالہا سال سے اس اجتماع میں شرکت کی سعادت سے بہرہ یاب ہوتے چلے آرہے ہیں وہ اس میں شرکت کی روحانی مسرتوں سے کسی حال میں بھی محروم رہنا گوارا نہیں کرسکتے۔ وہ امسال بھی دیوانہ وار کھچے چلے آئیں گے اور کوئی دنیوی مصروفیت ان کی راہ میں حائل نہ ہوسکے گی۔ البتہ وہ انصار بھائی جو ابھی تک اس میں شرکت سے محروم چلے آرہے ہیں ہم ان کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ رمضان کے بعد آنے والی عیدالفطر کی خوشیوں سے بہرہ یاب ہونے کے بعد اپنے آپ کو اُس دوسری عید کی روحانی مسرتوں سے محروم نہ کریں جو اجتماع انصار اللہ کی شکل میں ان کے لئے پیدا ہونے والی ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے غیر معمولی تائید و نصرت کے آئینہ دار حالیہ سفر یورپ کے نہایت کامیاب اختتام نیز رمضان کی عظیم الشان برکات کے حصول پر ان کا یہ فرض ہے کہ وہ اجتماعی شکرگزاری کے دوسرے انمول موقع یعنی اجتماع انصار اللہ سے بھی پورا پورا فائدہ اٹھائیں اور روحانی نعمتوں کے خوانِ یغما سے بہرہ اندوز ہو کر اللہ تعالیٰ کے مزید فضلوں اور انعاموں کے وارث قرار پائیں۔ ہمیں یقین ہے اور ہمارا سالہا سال کا تجربہ اس امر پر گواہ ہے کہ ایک دفعہ

اجتماعی شکرگزاری کے اِس انمول موقع سے فائدہ اٹھانے اور اس کی انقلاب انگیز تاثیرات کو اپنے وجود میں مشاہدہ کرنے کے بعد آئندہ اِس اجتماع سے محرومی کو کسی صورت اور کسی حال میں بھی گوارا نہیں کریں گے اور ہمیں انہیں یاددہانی کرانے یا شرکت کے لئے تحریک کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی بلکہ کسی قسم کی یاددہانی یا تحریک ان پر گراں گزرے گی اور وہ حیران ہوں گے کہ کیا کوئی ایسے بابرکت اجتماع میں شرکت سے محرومی کا خیال بھی دل میں لاسکتا ہے اور اس کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی روحانی مسرتوں اور روحانی کیف و سرور سے اس درجہ لاپرواہ ہوسکتا ہے کہ اسے یاددہانی کرانے کا سوال پیدا ہو۔

جو انصار بھائی کسی نہ کسی وجہ سے ابھی تک اس بابرکت اجتماع میں شرکت نہیں کرسکے ہماری ان کی خدمت میں یہی گزارش ہے کہ ؎

اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

ایک دفعہ اِس نسخہ کو آزمانے اور اجتماع کی روحانی مسرتوں اور عظیم الشان برکتوں سے بہرہ اندوز و فائز المرام ہونے کے بعد وہ پھر اس میں سال بسال شرکت سے محروم رہ ہی نہیں سکیں گے۔

میں اِس ضمن میں صرف ایک بات اور عرض کرنی ہے اور وہ یہ کہ نہ صرف پہلے سے بڑھ کر تعداد میں احباب اجتماع میں شرکت کے لئے تشریف لائیں بلکہ جملہ مجالس انصار اللہ اس امر کا خاص اہتمام کریں کہ اجتماع میں ان کی مجلس کی ضرور نمائندگی ہو۔ کوئی چھوٹی سے چھوٹی مجلس بھی ایسی نہیں ہونی چاہیئے جس کا نمائندہ اجتماع میں شریک نہ ہو۔ ہر مجلس کے کم از کم ایک نمائندے کا شریک ہونا از بس ضروری ہے۔ جو مجلس ایک نمائندہ بھی شرکت کے لئے نہیں بھجواتی وہ مجلس کہلانے اور شمار کئے جانے کی از خود نفی کرکے ایک طرح سے ناشکرگزاری کی مرتکب ہوتی ہے۔ تمام علاقوں سے اور بالخصوص ان علاقوں سے بھی جو پچھلے دنوں سیلاب کی لپیٹ میں آئے ہوئے ہیں زیادہ سے زیادہ تعداد میں آنا چاہیئے پھر اس کا تو کوئی جواز ہی نہیں بنتا کہ کسی مجلس کا ایک نمائندہ بھی اجتماع میں شرکت کی غرض سے اس موقعہ پر مرکز سلسلہ میں نہ آسکے۔

اللہ تعالےٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہم میں سے ہر ایک کو اجتماعی شکرگزاری، عاجزانہ و متضرعانہ دعاؤں اور ان کی قبولیت کے اِس انمول موقع سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم میں سے ایک فرد بھی ایسا نہ ہو جو کسی جائز عذر کے بغیر محض سُستی اور غفلت کی وجہ سے اجتماع انصار اللہ کی شکل میں ظاہر ہونے والے اللہ تعالےٰ کے عظیم الشان فیضان سے منہ موڑنے والا ہو۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین ۔ و ما توفیقنا اِلّا باللہ العظیم ؛

کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

صحبت صادقین نفس کی پاکیزگی کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے

صادق اور راستباز لوگوں کی صحبت اختیار کرو تاکہ ان کے صدق کے انوار سے تم کو بھی حصہ ملے

"اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء ہے کہ تمام انسانوں کو ایک نفس واحد کی طرح بنا دے۔ اس کا نام وحدت جمہوری ہے جس سے بہت سے انسان بحالت مجموعی ایک انسان کے حکم میں سمجھے جاتے ہیں۔ مذہب سے بھی یہی منشاء ہوتا ہے کہ تسبیح کے دانوں کی طرح وحدت جمہوری کے ایک دھاگہ میں سب پروئے جائیں۔ یہ نمازیں جو باجماعت ادا کی جاتی ہیں وہ بھی اسی وحدت کیلئے ہیں تاکہ کُل نمازیوں کا ایک وجود شمار کیا جاوے اور آپس میں مل کر کھڑے ہونے کا حکم اس لئے ہے کہ جس کے پاس زیادہ نور ہے وہ دوسرے کمزور میں سرایت کر کے اسے قوت دیوے حتیٰ کہ حج بھی اسی لئے ہے۔

اس وحدت جمہوری کو پیدا کرنے اور قائم رکھنے کی ابتداء اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے کی ہے کہ اوّل یہ حکم دیا کہ ہر ایک محلہ والے پانچ وقت نمازوں کو باجماعت محلہ کی مسجد میں ادا کریں تاکہ اخلاق کا تبادلہ آپس میں ہو اور انوار مل ملا کر کمزوری کو دور کر دیں اور آپس میں تعارف ہو کر انس پیدا

حتیٰ کہ تعارف والا دشمن ایک نا آشنا دوست سے بہت اچھا ہوتا ہے کیونکہ جب غیر ممالک میں ملاقات ہو تو تعارف کی وجہ سے دلوں میں انس پیدا ہو جاتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ کینہ والی زمین سے الگ ہونے کے باعث بغض جو کہ عارضی شے ہوتا ہے وہ دور ہو جاتا ہے اور صرف تعارف باقی رہ جاتا ہے۔ پھر دوسرا حکم یہ ہے کہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں جمع ہوں کیونکہ ایک شہر کے لوگوں کا ہر روز جمع ہونا تو مشکل ہے اس لئے یہ تجویز کی کہ شہر کے سب لوگ ہفتہ میں ایک دفعہ مل کر تعارف اور وحدت پیدا کریں۔ آخر کبھی نہ کبھی تو سب ایک ہو جاویں گے۔ پھر سال کے بعد عیدین میں یہ تجویز کی کہ دیہات اور شہر کے لوگ مل کر نماز ادا کریں تاکہ تعارف اور انس بڑھ کر وحدتِ جمہوری پیدا ہو۔ پھر اسی طرح تمام دنیا کے اجتماع کے لئے ایک دن عمر بھر میں مقرر کر دیا کہ مکہ کے میدان میں سب جمع ہوں۔ غرضیکہ اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے کہ آپس میں الفت اور انس ترقی پکڑے۔ افسوس کہ ہمارے مخالفوں کو اس بات کا علم نہیں کہ اسلام کا فلسفہ کیسا پکا ہے۔

دنیوی حکام کی طرف سے جو احکام پیش ہوتے ہیں۔ ان میں تو انسان ہمیشہ کے لئے ڈھیلا ہو سکتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے احکام میں ڈھیلا پن اور اس سے کلّی روگردانی کبھی ممکن ہی نہیں۔ کونسا ایسا مسلمان ہے جو کم از کم عیدین کی بھی نماز ادا نہ کرتا ہو۔ پس ان تمام اجتماعوں کا یہ فائدہ ہے کہ ایک کے انوار دوسرے میں اثر کر کے اسے قوت بخشیں۔

نفس اور اخلاق کی پاکیزگی حاصل کرنے کا ایک بڑا ذریعہ صحبت صادقین بھی ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے کہ کونوا مع الصادقین یعنی تم صادق اور راستباز لوگوں کی صحبت اختیار کرو تاکہ ان کے صدق کے انوار سے تم کو بھی حصہ ملے۔ جو مذاہب تفرقہ پسند کرتے ہیں اور الگ الگ رہنے کی تعلیم دیتے ہیں وہ یقیناً وحدتِ جمہوری کی برکات سے محروم رہتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تجویز کیا کہ ایک نبی ہو

جو جماعت بنادے اور اخلاق کے ذریعہ آپس میں تعارف اور وحدت پیدا کرے۔

درستی اخلاق کے بعد دوسری بات یہ ہے کہ دُعا کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی پاک محبت حاصل کی جاوے ہر ایک قسم کے گناہ اور بدی سے دور رہے اور ایسی حالت میسر ہو کہ جس قدر اندرونی آلودگیاں ہیں ان سب سے الگ ہو کر ایک مصفا قطرہ کی طرح بن جاوے۔ جب تک یہ حالت میسر نہ ہوگی تب تک خطرہ ہی خطرہ ہے۔ (مراد یہ کہ) دعا کے ساتھ تدابیر کو نہ چھوڑے کیونکہ اللہ تعالیٰ تدبیر کو بھی پسند کرتا ہے اور اسی لئے فالمدبرات امرا کہہ کر قرآن شریف میں بھی قسم کھائی ہے۔ جب وہ اس مرحلہ کو طے کرنے کے لئے دعا بھی کرے گا اور تدبیر سے بھی اسی طرح کام لیگا کہ جو مجلس اور صحبت اور تعلقات اس کو حارج ہیں ان سب کو ترک کر دیگا اور رسم و عادات اور بناوٹ سے الگ ہو کر دعا میں مصروف ہوگا تو ایک دن قبولیت کے آثار مشاہدہ کر لے گا۔ یہ لوگوں کی غلطی ہے کہ وہ کچھ عرصہ دعا کر کے پھر رہ جاتے ہیں اور شکایت کرتے ہیں کہ ہم نے اس قدر دعا کی مگر قبول نہ ہوئی حالانکہ دعا کا حق تو ان سے ادا ہی نہ ہوا تو قبول کیسے ہو۔ اگر ایک شخص کو بھوک لگی ہو یا سخت پیاس ہو اور وہ صرف ایک دانہ یا ایک قطرہ لیکر شکایت کرے کہ مجھے سیری حاصل نہیں ہوئی تو کیا اس کی شکایت بجا ہوگی ہرگز نہیں جب تک وہ پوری مقدار کھانے اور پینے کی نہ لے گا تب تک کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ یہی حال دُعا کا ہے اگر انسان لگ کر اسے کرے اور پورے آداب سے بجا لاوے وقت بھی میسر آوے تو امید ہے کہ ایکدن اپنی مراد کو پالیوے لیکن راستہ میں ہی چھوڑ دینے سے صدہا انسان مر گئے (گمراہ ہو گئے) اور صدہا ابھی آئندہ مرنے کو تیار ہیں۔ ایک پیشاب میں ایک قطرہ پانی کا کیا شے ہے جو اسے پاک کرے اسی طرح وہ بداعمالیاں جن میں لوگ سر سے پاؤں تک غرق ہیں ان کے ہوتے ہوئے چند دن کی دعا کیا اثر دکھلا سکتی ہے۔"

(البدر ۸ ستمبر ۴۳ء)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

فَتَثَبَّتُوا بِعِنَايَةِ الْمَنَّانِ

(آنحضرتؐ کے صحابہؓ خدائے منان کی عنایت سے ثابت قدم رہے)

وَقَدِ اقْتَفَاكَ أُولُو النُّهٰى وَبِصِدْقِهِمْ   وَدَعَوْا تَذَكُّرَ مَعْهَدِ الْأَوْطَانِ

(اے محمدؐ) دانش مندوں نے تیری پیروی کی اور اپنے صدق سے مالوف وطن کی یاد بھی چھوڑ دی۔

قَدْ آثَرُوكَ وَفَارَقُوا أَحْبَابَهُمْ   وَتَبَاعَدُوا مِنْ حَلْقَةِ الْإِخْوَانِ

تجھے مقدم کیا اور اپنے دوستوں کو چھوڑ دیا   اور بھائیوں کے حلقہ سے دور ہو گئے

قَدْ وَدَّعُوا أَهْوَاءَهُمْ وَنُفُوسَهُمْ   وَتَبَرَّءُوا مِنْ كُلِّ نَشْبٍ فَانِ

اپنی خواہشوں اور نفسوں کو چھوڑ دیا۔   اور ہر قسم کے فانی مالوں سے بیزار ہو گئے

قَدْ هَاضَهُمْ ظُلْمُ الْأُنَاسِ وَضَيْمُهُمْ   فَتَثَبَّتُوا بِعِنَايَةِ الْمَنَّانِ

لوگوں کے ظلم و ستم نے ان کو چور چور کر دیا۔   مگر خدائے منان کی مہربانی سے وہ ثابت قدم رہے

كَسَحُوا بُيُوتَ نُفُوسِهِمْ وَتَبَادَرُوا   لِتَمَتُّعِ الْإِيقَانِ وَالْإِيمَانِ

انہوں نے اپنے نفسوں کے گھروں کو خوب صاف کیا   اور یقین اور ایمان کی دولت لینے کو آگے بڑھے

قَامُوا بِأَقْدَامِ الرَّسُولِ بِغَزْوِهِمْ   كَالْعَاشِقِ الْمَشْغُوفِ فِي الْمَيْدَانِ

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حملہ آوری کے ساتھ میدان میں لڑائیوں پر یوں ڈٹ گئے جیسے کوئی عاشق شیدا ہوتا ہے

فَدَمُ الرِّجَالِ لِصِدْقِهِمْ فِي حُبِّهِمْ   تَحْتَ السُّيُوفِ أُرِيقَ كَالْقُرْبَانِ

سو ان پہلوانوں کا خون محبت کی راہ میں ثابت قدمی کی وجہ سے تلواروں کے نیچے قربانیوں کی طرح بہایا گیا۔

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

لطفِ او ترک طالباں نکند

(خدا کا لطف ہمیشہ اپنے طالبوں کے شاملِ حال رہتا ہے۔)

ہر کہ با ذاتِ او سرے دارد   پشت بر روئے دیگرے دارد

جو شخص خدا کی ذات سے تعلق رکھتا ہے   وہ دوسروں کی طرف سے منہ پھیر لیتا ہے

ہر کہ گیرد درش بصدق و حضور   از در و بامِ او ببارد نور

جو شخص اس کے دروازے کو صدق اور اخلاص سے اختیار کرتا ہے اسکے دروازے اور چھت سے نور برسنے لگتا ہے

نورِ تاباں چوں مہ ز پیشانی   پر ہمہ رُو ز عشقِ ربّانی

اس کی پیشانی سے چاند کی طرح نور چمکتا ہے اور عشقِ الٰہی سے سارا چہرہ روشن ہو جاتا ہے۔

عشقِ آں یار مدّعا گشتہ   دل ز غیرِ خدا جدا گشتہ

اس دوست کا عشق اس کا مدعا بن گیا ہے   اور غیر اللہ سے اس کا دل جدا ہو گیا ہے۔

لطفِ او ترک طالباں نکند   کس بکارِ رہش زیاں نکند

خدا کا لطف ہمیشہ اپنے طالبوں کے شاملِ حال رہتا ہے۔ اس کی راہ میں کوئی نقصان نہیں اٹھاتا۔

ہر کہ آں در گرفت کارش شد   صد امیدے بروزگارش شد

جس نے وہ دروازہ اختیار کر لیا اس کا کام بن گیا اور اس کے کاروبار کی کامیابی پر سینکڑوں امیدیں بندھ گئیں

مثلِ آں دلستاں کجا دیدی   پس چرا ہجرِ او پسندیدی

تو نے اس معشوق کی طرح کا کوئی اور معشوق کہاں دیکھا ہے۔ پھر کیوں اس کی جدائی کو پسند کر لیا۔

قرآن کریم کا اثر قبول کرنے کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے

(۱) خشیتِ الٰہیہ (۲) محبتِ الٰہیہ ذاتیہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

قرآن کریم محض پڑھنے کی کتاب نہیں ہے۔ یہ تو ایک ایسی کتاب ہے جس سے زندگیوں میں اس سے بھی بڑا انقلاب آتا ہے جو انسان کی ظاہری آنکھ نے اشتراکی انقلاب کی شکل میں روس میں یا سوشلسٹ انقلاب کی شکل میں چین میں دیکھا ہے۔ انسان دراصل خود ایک عالم ہے۔ ہمارے صوفیا نے انسان کو ایک یونیورس قرار دیا ہے۔ ایک زاویہ نگاہ سے حقیقت بھی یہی ہے کہ انسان خود ایک عالم ہے اس کے اندر ایک انقلاب آجاتا ہے۔ لیکن اس انقلاب کے لئے یہ ضروری ہے کہ خشیت اللہ ہو۔ پھر یہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال اور دوسری صفات کا عرفان دیتی اور اس میں بڑھاتی چلی جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سے ذاتی محبت بھی ہونی چاہیئے۔ آپ کہتے کہ وہ کسی کی دن روتی دیں تو وہ دم بلاتے ہوئے آپ کے پیچھے چل پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظاہری اور باطنی نعماء سے مالا مال کردیا۔ مگر پھر بھی انسانوں میں بعض ناشکرے ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے رسول کے پیچھے نہیں چلتے اس کی آواز پر لبیک نہیں کہتے۔

غرض ذاتی محبت انتہائی احسان کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ جب انسان خود کو اللہ تعالیٰ کی نعماء میں اس طرح گھرا ہوا پاتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے احسان کے علاوہ اور کوئی چیز نظر ہی نہیں آتی۔ تب وہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے بھر جاتا ہے پھر دنیا کی کوئی طاقت اس رشتہ محبت کو جسے وہ اپنے رب سے باندھتا ہے قطع نہیں کرسکتی ہماری انسان کی تاریخ میں اس قسم کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی بھی اور اولیاء اللہ کی بھی۔ پھر سب سے بہتر اور اعلیٰ اور احسن مثال حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی ہے۔ آپؐ کی مکی زندگی کا وہ واقعہ تو بڑا مشہور ہے۔ جب سرداران مکہ نے آپؐ کو اور آپؐ کے چند ماننے والوں کو قریباً ۲½ سال کے لئے شعب ابی طالب میں بند کردیا تھا۔ ان پر رسد کی ساری راہیں بھی بند کردی تھیں تاہم اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ رکھنے کے لئے کچھ کیا تو تھا مگر اس کی تفصیل ہماری تاریخ نے محفوظ نہیں رکھی۔ لیکن ان کی حالت یہ تھی کہ ایک بزرگ صحابی کہتے ہیں

ایک دفعہ رات کے وقت میرا پاؤں ایک ایسی چیز پر پڑا جسے میرے پاؤں نے نرم محسوس کیا۔ میں نیچے جھکا اسے اٹھایا اور کھالیا۔ بعد میں مدینہ میں انہوں نے یہ روایت بیان کرتے ہوئے بتایا کہ مجھے آج تک پتہ نہیں کہ وہ چیز کیا تھی۔ بھوک کی یہ حالت تھی کہ ان کو یہ دیکھنے کا خیال ہی نہیں آیا کہ یہ چیز کھانے کے قابل ہے بھی یا نہیں؟ غرض اڑھائی سال تک اس شدید تکلیف کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ سے ان کا رشتہ قطع نہیں ہوا بلکہ اور زیادہ مضبوط ہو گیا کیونکہ اس عرصہ میں خدا جانے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جمالی صفات کے کیا کیا جلوے دیکھے تھے۔

ہر آدمی اپنی زندگی میں یہ جلوے دیکھتا ہے۔ ہم نے اپنی زندگی میں خدا تعالیٰ کی صفت احسان کے وہ جلوے دیکھے ہیں جن کا مادی سامانوں کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے کیونکہ خدا تعالیٰ اپنے حکم کے اجرا میں مادی اسباب کا محتاج نہیں ہے اس نے یہ اسباب ہمارے لئے پیدا کئے ہیں اور ہم شکر کے ساتھ ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ ان کا محتاج نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ تو کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ یہ بھی کر سکتا ہے کہ ایک آدمی کو گرمی سے بچانے کے لئے بھری محفل میں صرف اس کے لئے ٹھنڈی ہوا چلا دے اور وہاں اس کے جو ساتھی بیٹھے ہوں ان کو محسوس ہی نہ ہو رہا ہو۔ خدا تعالیٰ یہ بھی کر سکتا ہے (مثلاً حافظ روشن علی صاحبؓ تھے) ان کو کھانا بھی کھلا رہا ہو اور کسی کو نظر بھی نہ آ رہا ہو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ مادی اشیاء کا محتاج نہیں اور نہ اپنے بنائے ہوئے مادی قوانین کا محتاج اور قیدی ہے وہ تو غالب علیٰ امرہٖ (یوسف ۲۲) ہے اس کے جو قوانین ہیں ان کے اوپر بھی اس کا حکم غالب ہے اور جیسے چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کے پیار کے ان جلووں کا یہ کرشمہ تھا (جو مسلمانوں کے چھوٹے سے گروہ نے اڑھائی سال میں دیکھے تھے) کہ پھر دنیا کی کوئی طاقت، دنیا کا کوئی ظلم اور دنیا کی کوئی سختی محبت کے اس تعلق کو قطع نہ کر سکی جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے باندھا تھا۔

پس سورۂ زمر کی ان آیات (آیات ۱۲، ۱۵، ۲۴) میں جو میں نے اس وقت پڑھی ہیں اور اپنے مضمون کے لحاظ سے میں نے ان کو اکٹھا کر دیا ہے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ صرف میری عظمت کے سامنے تم نے جھکنا ہے کسی اور کے سامنے اپنے سروں کو نہیں جھکانا اور خالصتاً صرف میری اطاعت کرنی ہے اور کسی کی اطاعت نہیں کرنی۔

میں نے محبت کا جو ذکر کیا ہے وہ دراصل سارا اطاعت کا کرشمہ ہے کیونکہ اصل اطاعت محبت کے زور سے ہی کروائی جاتی ہے۔ یہ جو ڈنڈے کے زور سے اطاعت کروائی جاتی ہے۔ یہ اطاعت نہیں ہوتی بلکہ اطاعت کا چھلکا ہوتی ہے۔ محبت کے زور سے جو اطاعت کروائی جاتی ہے وہ ظاہر میں بھی اطاعت ہوتی ہے اور باطن میں بھی اطاعت ہوتی ہے وہ برسرِ عام بھی اطاعت ہوتی ہے اور بالکل تنہائی کے لمحات میں بھی اطاعت ہوتی ہے کیونکہ اس اطاعت کا تعلق اور اظہار ہی اور ہوتا ہے۔

پس حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں صرف اللہ تعالےٰ کے سامنے جھکوں اور تذلل اختیار کروں اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں صرف اسی کی اطاعت کروں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے ساتھ ہی دوسری جگہ یہ اعلان بھی کروادیا۔ انا اول المسلمین کہ پہلا مخاطب بھی میں ہوں اور سب سے بڑھ کر اطاعت کرنے والا بھی میں ہی ہوں اور پہلا مسلم اور مومن بھی میں ہی ہوں۔ اسی لئے یہ اعلان بھی کروادیا کہ اے نبی! کہدو قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصاً لَّهٗ دِیْنِیْ۔ خدا تعالےٰ کے حضور کامل اور انتہائی تذلل کے ساتھ جھکنے والا اور اللہ تعالےٰ کی محبت میں فنا ہو کر اس کی مخلص اطاعت کرنے والا بھی میں ہی ہوں۔ باقی میں اور آپ ہم سب لوگ اور جو پچھلے چودہ سو سال میں پیدا ہوئے ہیں ہمیں ہر چیز ظلّی اور طفیلی طور پر ملی ہے۔ ظلّی اور طفیلی کے اس مسئلہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہماری جماعت کے بعض دوستوں نے دھوکہ کھایا ہے۔ کچھ بھی بغیر ظلّ اور طفیل کے نہیں ملتا۔ اور ظلّی اور طفیلی رشتہ قائم ہو تو پھر سب کچھ مل جاتا ہے۔

غرض سورۂ زمر کی اس آیت کریمہ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ الخ کی رو سے یہ پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی شکل میں ایک بہترین کتاب اتاری ہے جس نے پہلی صداقتوں کو بھی اپنے اندر لیا ہوا ہے اور ایک نئی اور عظیم تعلیم بھی اس کے اندر پائی جاتی ہے۔ انسان کو یہ حکم دیا (پہلے ذکر آچکا ہے) کہ کامل عبادت اور حقیقی اطاعت کے سب سامان اور وسائل اس کتاب میں رکھ دیئے گئے ہیں۔ لیکن اس کے اثر کو قبول کرنے کے لئے دو چیزیں بڑی ضروری ہیں۔ ایک اللہ تعالےٰ کی خشیت اور دوسرے اللہ تعالےٰ سے ذاتی اور خالص محبت۔ اور جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ ان دونوں چیزوں کی بھی ایک ابتدا ہے اور ایک انتہا ہے جسے پانا (ہر شخص کے دائرہ استعداد میں) ممکن ہے۔ لیکن جو شخص ابتداً نہیں کرتا وہ انتہا تک پہنچنے کی امید نہیں رکھ سکتا۔

پس ہمارے وہ بچے جو میرے آج کے خطبہ کے پہلے مخاطب ہیں خصوصاً اور ہر احمدی عموماً یاد رکھے کہ وہ اپنی عمر اور تربیت کے لحاظ سے اس سلسلہ میں ابتدا کر چکے ہیں۔ اب ان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی حرکت میں کمی نہ ہونے دیں بلکہ خشیت اللہ اور محبتِ ذاتیہ الٰہیہ میں ترقی کرتے چلے جائیں تاکہ وہ ہر روز اللہ تعالےٰ کے ایک نئے اور بڑے پیار کو حاصل کریں اور اس کے حسن کا نیا جلوہ دیکھیں اور اللہ تعالےٰ کی عظمت اور جلال کے نئے سے نئے جلوے متواتر دیکھتے چلے جائیں تاکہ ایک طرف ان کی ذات اور ان کا وجود فنا ہو جائے اور دوسری طرف خدا تعالےٰ کے پیار کے نتیجہ میں وہ ابدی زندگی کو حاصل کرنے والے ہوں۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو اسکی توفیق عطا فرمائے قرآن کریم کے پڑھنے کی بھی توفیق بخشے اور قرآن کریم کے اثر کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالےٰ ہمارے دلوں میں اپنی خشیت بھی پیدا کرے اور ہمارے دلوں میں اپنی ذاتی محبت بھی پیدا کرے اور وہ اپنے فضل سے ہماری اس خشیت اور محبتِ الٰہی کو دن بدن بڑھاتا چلا جائے اور اللہ تعالےٰ کے فرشتے ہماری حفاظت کرنے والے ہوں تاکہ شیطان کا کوئی منصوبہ اس خشیت اور محبت کے مقابلے میں کامیاب نہ ہو۔"

کیا انسان اپنے اعمال میں مجبور ہے؟

محترم جناب مرزا عبد الحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ انسان اپنے اعمال میں خود مختار نہیں بلکہ مجبور ہے۔ کچھ تو یہ خیال مسئلہ تقدیر کے نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے جس کا جواب یہ عاجز اپنے مضمون "مسئلۂ تقدیر" میں دے چکا ہے۔ جو رسالہ انصار اللہ نومبر ۱۹۷۲ء میں شائع ہوا تھا کچھ یہ اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ انسان بچپن سے ہی ایک ماحول میں گھر جاتا ہے جو عام طور پر اس کے آئندہ اعمال پر بہت اثر انداز ہوتا ہے اور وہ اس کے بہاؤ میں جاتا ہوا محسوس کرتا ہے اور اپنے آپ کو بداعمالیوں کے ارتکاب میں مجبور سمجھنے لگ جاتا ہے۔ حالانکہ اس کو غلط ماحول کا مقابلہ کرنے اور صحیح راستہ پر چلنے کے لئے بہت سی طاقتوں کے ساتھ نوازا گیا ہے لیکن وہ شعور حاصل ہونے پر ان طاقتوں کی نشوونما نہیں کرتا اور ان سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور گناہ کی لذتوں میں پھنس کر اپنے لئے مجبوری کا بہانہ بنا لیتا ہے۔

ابتداء میں بے شک وہ اپنی تربیت اور نگرانی کے لئے ماں باپ کا محتاج ہوتا ہے لیکن جلد ہی اس کے اندر اپنا احساس نیکی و بدی بیدار ہو جاتا ہے اور تب وہ اپنا ذمہ دار آپ ٹھہرتا ہے، دنیوی قانون میں بھی اور دینی قانون میں بھی۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اس امر کی وضاحت فرماتا ہے کہ انسان اپنے اعمال کا پوری طرح ذمہ دار ہے اور وہ ان کے مطابق جزا یا سزا دیا جائے گا۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے:۔

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۝ وَاَنَّ سَعْیَہٗ سَوْفَ یُرٰی ۝ ثُمَّ یُجْزٰىہُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی (النجم آیت ۴۰ تا ۴۲)

یعنی انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے اور وہ اپنی کوشش کا نتیجہ عنقریب دیکھ لے گا اور پھر اسے پوری پوری جزا دی جائے گی۔ اس آیت میں جزا کو اللہ تعالیٰ نے صرف انسان کی کوشش کے ساتھ وابستہ کیا ہے اسی کی کوشش کے مطابق ہی اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہوگا۔

ایک اور جگہ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا ؕ اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْٓ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ...

بَصِیْرٌ ۝ (حٰم سجدہ ۴۱)
یعنی وہ لوگ جو ہمارے نشانوں میں کجروی اختیار کرتے ہیں ہم سے پوشیدہ نہیں۔ کیا وہ شخص جو آگ میں ڈالا جائے گا بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن کی حالت میں آئے گا۔ تم جو چاہو تمہیں کرنے کا اختیار ہے۔ مگر یاد رکھو وہ اسے جو تم کر رہے ہو خوب دیکھ رہا ہے۔

یہ آیت کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے خوب واضح طور پر فرمایا ہے کہ تمہیں اختیار دیا گیا ہے کہ جو چاہو کرو، خواہ بُرے عمل کرو خواہ نیک۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ بدی اور نیکی ایک جیسی نہیں۔ بداعمال تمہیں جہنم میں لے جائیں گے اور نیک اعمال جنت کا وارث بنا دیں گے۔

ایک اور جگہ فرماتا ہے:۔
وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ
اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا
بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِی الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ۝
(سورہ کہف آیت ۳۰)

یعنی تو لوگوں کو کہہ دے کہ یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کرے۔ ہم نے یقیناً ظالموں کے لئے ایسی آگ تیار کی ہوئی ہے جو ان کو اپنے پردوں میں گھیر لے گی۔ اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا جو ان کے چہروں کو جھلس دیگا۔ وہ بہت بُری پینے کی چیز ہوگی اور وہ آگ بُرا ٹھکانا ہوگی

پھر فرماتا ہے۔ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا (دھر آیت ۳۰)
یعنی یہ تو ایک نصیحت ہے پس جو چاہے اپنے رب کی طرف لے جانے والا راستہ اختیار کرے (اس پر کوئی جبر نہیں)

اس مضمون کی آیات اور بھی ہیں جیسا کہ نبا آیت ۴، مدثر آیت ۵۷۔ مزمل آیت ۲۰۔ عبس آیت ۱۲۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ بار بار فرماتا ہے کہ اگر تم نے نیک اعمال کئے تو جنت میں جاؤ گے اور اگر بد اعمال کئے تو تمہارا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ اگر نیکی یا بدی انسان کے اختیار کی بات نہ ہوتی تو اس پر جزا یا سزا کیسی۔

اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ اس نے جبر ہی کرنا ہوتا تو سب کو ہدایت پر مجبور کرتا اور کوئی شخص بھی گمراہ نہ ہو سکتا جیسا کہ فرشتوں کے متعلق فرماتا ہے۔ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ یعنی وہ وہی کام کرتے ہیں جن کا انہیں حکم دیا جاتا ہے اور ان میں طاقت ہی نہیں کہ خدا کے حکم کی نافرمانی کر سکیں۔ اس بارہ میں چند آیات یہ ہیں:۔

فَلَوْ شَاءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ (انعام ۱۵۰) یعنی اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت کے راستے پر ہی چلنے پر مجبور کر دیتا۔

وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى (انعام ۳۶) یعنی اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا (اور کوئی شخص بھی گمراہ نہ رہتا)

اسی طرح مائدہ ۴۹ - انعام ۱۰۸، ۱۳۸ - نحل ۱۰ وغیرہ

قرآن کریم میں بعض اس قسم کی آیات ہیں کہ گویا ہدایت اور گمراہی سب خدا کی طرف سے ہے۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱۔ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (ابراہیم آیت ۵)

۲۔ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ (نحل آیت ۹۴)

۳۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا وَمَا يُضِلُّ بِهٖ اِلَّا الْفَاسِقِيْنَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ (بقرہ ۲۷، ۲۸)

۴۔ مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ (انعام ۱۱۲)

۵۔ وَمَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ (انعام ۴۰)

۶۔ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ (انعام ۸۹)

اس قسم کے تمام مقامات پر ہم غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ آخری طور پر ہدایت اور گمراہی کا نتیجہ خدا کی طرف سے نکلتا ہے اس لئے یَشَاءُ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ لیکن یہ مشیت الٰہی بغیر کسی وجہ کے یونہی نہیں ہوتی اور بعض جگہ اللہ تعالیٰ نے اس کا اظہار بھی فرما دیا ہے۔ مثلاً مذکورہ بالا آیات میں سے نمبر ایک میں ساتھ ہی عزیز اور حکیم کا ذکر فرما دیا ہے جس سے یہی مراد ہے کہ یہ مشیت کا استعمال حکمت کے ماتحت ہوتا ہے۔ اسی طرح آیت نمبر ۲ میں پہلے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت کر دیتا یعنی سب ہدایت پا جاتے اور اس کے آخر میں فرمایا تمہارے اعمال کے متعلق تم سے پوچھا جائے گا۔ پس درمیان میں جو یُضِلُّ مَنْ يَّشَاءُ آیا ہے اس سے یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ یونہی جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے بلکہ اس سے یہ مراد ہوگی کہ انسان جب گمراہی اختیار کرتا ہے تو اس گمراہی کا فردِ جرم خدا کی طرف سے لگایا جاتا ہے۔

آیت نمبر ۳ میں اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت فرما دی کہ نافرمانی کے نتیجہ میں گمراہی کا فردِ جرم لگایا جاتا ہے وہ

اس نافرمانی میں وہ اللہ کا عہد بھی توڑتا ہے اور نیک لوگوں کو بھی چھوڑتا ہے اور فساد کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ فساد کا لفظ صلاحیت کے بالمقابل ہے۔ یعنی نیکیوں کو چھوڑ کر خرابیوں میں مبتلا ہو جانا جو سراسر فساد ہوتی ہیں اس فرد جرم کا ذکر اللہ تعالےٰ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے۔ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ (نحل ۳۷) یعنی ان میں سے بعض ایسے (اچھے ثابت) ہوتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں ہدایت دے دیتا ہے۔ اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان پر گمراہی یا ہلاکت واجب ہو جاتی ہے اور اس کی مزید توضیح اس آیت میں فرماتا ہے وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (نحل آیت ۳۴) یعنی اللہ ان پر ظلم نہیں کرتا وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

اسی طرح ہدایت کے متعلق بھی بہت سے مقامات میں وضاحت فرماتا ہے۔ مثلاً فرماتا ہے وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ (رعد ۲۸) یعنی جو اس کی طرف جھکے اللہ تعالےٰ اس کی راہ نمائی اپنی طرف کرتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ جو اللہ تعالےٰ کی طرف جھکتا ہے اور اس کے رحم کا متلاشی ہوتا ہے وہ اس کی طرف سے ہدایت دیا جاتا ہے۔ اور جو صلاحیت کے راستہ کو چھوڑ کر فساد کا راستہ اختیار کرتا ہے اس پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے گمراہی کا فرد جرم لگایا جاتا ہے۔ ورنہ خدانخواستہ یہ نہیں کہ اللہ خود بندے کو گمراہ فرماتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اس کی بدعملی پر گرفت سراسر ظلم ہوتا۔ حالانکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (آل عمران ۱۸۳)

یعنی یہ عذاب تمہیں تمہارے اعمال کی وجہ سے دیا جا رہا ہے اور حق یہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا یہی مضمون سورۂ حج آیت ۱۱، انفال آیت ۵۲ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

انسان میں نیکی یا بدی پیدا کرنے کے لئے جو محرکات ہوتے ہیں۔ ان میں سے اس کے ماحول کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ ماں کے پیٹ سے نکلتے وقت تو وہ گناہ سے پاک ہوتا ہے۔ پہلے اسے والدین میسر آتے ہیں اور ان کا بهت سا دخل اس کے اندر نیکی یا برائی پیدا کرنے میں ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ہر بچہ فطرت صحیحہ یعنی اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں

شعور حاصل ہونے پر وہ اپنی مرضی سے بعض لوگوں کی صحبت اختیار کرتا ہے۔ ابتدا میں تو جو لوگ اس کے گرد و پیش ہوں عموماً انہی کی طرف جھک جاتا ہے اور ان کے اخلاق سے حصہ لیتا ہے۔ لیکن اس وقت اس میں اتنی سمجھ اللہ تعالےٰ ضرور پیدا کر دیتا ہے کہ وہ اچھے کو اچھا پہچان لیتا ہے اور برے کو برا۔ اور پھر اچھا اس کی نگاہ میں تعلق کے لائق بھی نظر آتا ہے اور برا قابل نفرت ہوتا ہے۔ انسان کا امتحان شروع ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات

اس وقت بظاہر چھوٹے چھوٹے فیصلے اس کی زندگی کو یا تو نیک اور قابلِ رشک بنا دیتے ہیں اور یا گندی اور قابلِ نفرت تبدیلیاں زندگی کے درمیانی مراحل میں بھی ہوتی رہتی ہیں یعنی بدی سے نیکی کی طرف آنے کی اور نیکی سے بدی کی طرف آنے کی لیکن لڑکپن اور جوانی کے آغاز والے اثرات بہت گہرے ہو جاتے ہیں اور بعد میں ان کو بدلنا مشکل ہو جاتا ہے اسی وقت صحبتِ صالح کا میسر آ جانا اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہوتا ہے۔

صحبتِ صالح ترا صالح کند　۔　صحبتِ طالح ترا طالح کند

والی بات بہت صحیح ہے۔ اس وقت تھوڑی سی انابت الی اللہ بھی پیدا کرے تو اللہ تعالیٰ دستگیری فرماتا ہے اور اس کی ضمیر کو بیدار کر دیتا ہے اور فرشتوں کے ذریعہ اس میں نیکی کی حرکت پیدا فرماتا ہے۔ سو اس لحاظ سے ابتداء میں بھی اس کا فضل ہی کام آتا ہے اور بعد میں بھی اس کا فضل ہی۔ کیونکہ ہر مرحلہ پر اس کے فضل کا بڑا حصہ مقدر ہوتا ہے عاجز بندے کی تھوڑی سی حرکت بھی اس کے فضل کو کھینچنے کا موجب بن جاتی ہے۔ اور اسی حرکت کی وہ جزا پاتا ہے۔ ایک صاحبِ بصیرت انسان کبھی اپنے اعمال پر نازاں نہیں ہو سکتا کیونکہ ان میں خدا کے فضل کا اتنا بڑا حصہ ہوتا ہے کہ وہ کوشش اس کے مقابل میں بالکل حقیر اور ذلیل رہ جاتی ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اس کو نوازتا ہوا اسے اجر کے لائق ٹھہرا دیتا ہے۔

وفاداری اور صدق کا نمونہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے وہ صدق و صفا کا نمونہ دکھلایا جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی ... یہی صدق اور وفا تھی جس نے انکو آخر کار بامراد کیا اسی طرح میں اب دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میری جماعت کو بھی اس کی قدر اور مرتبہ کے موافق اطاعت کا ایک خاص جوش بخشا ہے اور وہ وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھاتے ہیں۔

(الحکم ۲۱ جولائی ۱۹۰۲ء)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ

کی

شانِ استقامت

محترم جناب شیخ مبارک احمد صاحب قائد تربیت

اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ

(سورہ حٰمٓ سجدہ آیت ۳۱)

وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے۔ پھر استقامت سے اس عقیدہ پر قائم ہوگئے۔ ان پر فرشتے اتریں گے یہ کہتے ہوئے کہ ڈرو نہیں اور نہ غم کرو اور اس جنت کے ملنے سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

اس آیت میں استقامت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نیکی۔ کارِ خیر۔ عمل صالح۔ اچھی بات اور کلمۂ حق پر تسلسل کے ساتھ قائم و دائم رہنے کے طریق کار کو استقامت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اس کے مقابل گناہ اور بدی پر قائم رہنے کے لئے اصرار کا لفظ استعمال کیا گیا ہے چنانچہ سورۂ نوح میں اللہ تعالےٰ نے مخالفین نوحؑ کی روش کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ اصرّوا واستکبروا استکبارا۔ کہ وہ اپنی نافرمانی اور باغیانہ حرکات پر قائم رہے اور تکبّر سے اپنی ضد پر قائم رہے۔

پس قرآنی محاورہ کی رو سے استقامت سے مراد نیکی۔ کارِ خیر۔ عمل صالح۔ اور اچھی بات اور کلمۂ حق اور صدق و سداد اور اطاعت و فرمانبرداری پر تسلسل سے قائم رہنا اور باوجود مشکلات۔ مخالفتوں۔ ناساز گار حالات کے حق و صداقت کو ترک نہ کرنا اور کلمۂ حق پر جمے رہنے کا نام استقامت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے استقامت کی اہمیت و حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

"استقامت ایسی چیز ہے کہ اس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا لیکن جب استقامت ہوتی ہے تو انعامات الٰہیہ کا دروازہ کھلتا ہے۔ دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں۔ مکالماتِ الٰہیہ کا شرف بھی دیا

جاتا ہے یہاں تک کہ استقامت والے سے خوارق کا صدور ہونے لگتا ہے۔"
(الحکم ۳۱ جنوری ۱۹۰۴ء)

پھر آپ نے فرمایا:-
"جس قلب پر اللہ تعالیٰ اور حضرت اللہ تعالیٰ کی محبت قبضہ کرتی ہے وہ غیریت کو جلا کر اسے صرف اپنے لئے منتخب کر لیتا ہے۔ پھر اس میں ایک استقامت پیدا ہو جاتی ہے۔" (ملفوظات جلد ۹ ص۱)

حضرت عثمان رضؓ چونکہ خدا تعالیٰ کے ایک خاص مقرب بندے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں شانِ استقامت سے خصوصی طور پر نوازا تھا اور جیسا کہ استقامت کی تشریح کرتے ہوئے اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ یہ صفت استقامت صاحب خوارق کو عطا کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے خاص منتخب اور برگزیدہ بندوں کو عطا کی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان رضؓ کی زندگی کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو شانِ استقامت کے وہ خاص مظہر نظر آتے ہیں۔ آپ کی استقامت کے یوں تو بہت سے نظارے پیش کئے جا سکتے ہیں لیکن دو تین نظارے یہاں درج کئے جاتے ہیں کہ کس طرح آپ انتہائی ناسازگار حالات میں اور مخالفت و معاندت کے ماحول میں حق و صداقت پر کاربند رہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کمر خیر اور نیکی و رشد سے ادھر اُدھر نہیں ہوئے۔

حضرت عثمان رضؓ قریش کے قبیلہ بنو امیہ میں سے تھے۔ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے پانچ سال بعد پیدا ہوئے۔ آپ نے مکہ کے اس ماحول میں پرورش پائی جو جاہلیت کا دَور کہلاتا ہے۔ مگر ان تمام فواحش، رذائل سے کوسوں دُور بلکہ متنفر تھے جو اس دورِ جاہلیت میں عام تھے۔ شراب کو آپ نے چھوا تک نہیں تھا۔ لہو و لعب سے کوئی تعلق نہ تھا۔ جوانی کے عالم میں بھی عیاشی کی بجائے تجارت میں مصروف ہو گئے اور جلدی اپنی دیانت و امانت اور ہوشیاری کی بدولت نہایت کامیاب تاجر بن گئے اور مکہ کے مشہور رؤسا اور امراء میں ان کا شمار ہونے لگا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے گہرے دوستانہ تعلقات تھے اور یہ تعلقات محبت بچپن سے قائم تھے۔ چونکہ دونوں کی طبیعتیں یکساں تھیں بڑے ملاپ کے ساتھ دونوں کی زندگی بسر ہو رہی تھی۔ جب آپ کی عمر ۳۴ سال کی تھی تو حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کے حکم سے تبلیغ ہدایت کا سلسلہ شروع کیا اور دعویٰ نبوت کا اعلان فرمایا۔ حضرت عثمان رضؓ اس وقت شام کی طرف تجارت کے لئے گئے ہوئے تھے۔ جب کچھ عرصہ بعد کامیابی کے ساتھ تجارتی سامان وغیرہ لے کر واپس آئے تو اپنے دلی دوست حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے ملے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے انہیں اسلام کی تبلیغ کی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کے متعلق اطلاع دی اور دین حق کی راہ دکھائی۔ چونکہ حضرت عثمان رضؓ نیک فطرت اور طبعی طور پر صالح نوجوان تھے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی تبلیغ کا ان پر گہرا اثر ہوا اور کہنے لگے مجھے ابھی محمدؐ کے پاس لے چلو تاکہ میں ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے مسلمان ہو جاؤں۔" چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ابھی ان کو اپنے ساتھ آنحضرت صلے اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں لے جانے کا ارادہ ہی کر رہے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اتنی دیر میں حضرت ابوبکرؓ کے گھر میں رونق افروز ہوئے اور عثمان رض کو وہاں بیٹھا دیکھ کر فرمایا۔ "عثمان رض میں تمہارے سامنے جنت کو پیش کرتا ہوں چاہو تم اسے قبول کرو۔ میں یقیناً خدا کا رسول ہوں اور تم لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔" حضرت عثمان رض تو تیاری بیٹھے تھے فوراً دعوتِ حق پر لبیک کہا اور عرض کی حضورؐ میں آپ کی پیشکردہ جنت کو قبول کرتا ہوں۔ چنانچہ کلمہ پڑھا اور اسلام کی دولت سے مشرف ہوگئے اور پھر پوری استقامت کے ساتھ باوجود شدید مخالفت کے جس دعوتِ حق کو قبول کیا تھا اس پر قائم رہے۔

حضرت عثمان رض کی استقامت کا نظارہ جو اسلام قبول کرنے کے بعد آپ نے پیش کیا تاریخ نے اسے محفوظ کیا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ آپ کے چچا حکم بن ابی العاص کو جب خبر ہوئی کہ ان کے بھتیجے نے شام کے سفر سے واپس آکر اسلام قبول کرلیا ہے تو سخت ناراض ہوئے اور انتہائی غصہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ "کیا تم شام سے میرے لئے یہی تحفہ لائے ہو۔" یعنی اپنی طرف سے بے دینی کا انہیں طعنہ دیتے ہوئے رسیوں کے ساتھ ایک درخت سے مضبوط باندھ دیا اور پھر لکڑیوں سے خوب مارا۔ ہر طرح ایذا دی مگر حضرت عثمان رض نے کہا۔ "چچا جتنا چاہو مارو جتنا چاہو دکھ دو مگر اسلام تو اب دل سے نکلتا نہیں۔ تم بے شک مجھے مارتے مارتے جان سے مار ڈالو مگر میں کسی صورت میں بھی اب اسلام کو ترک نہیں کر سکتا اور نہ محمدؐ کو چھوڑ سکتا ہوں۔ چچا نے خیال کیا کہ جوانی کی ترنگ میں ایسی باتیں کرتا ہے۔ تکلیف اور دکھ میں چند دن مبتلا رہے گا تو سارا نشہ اتر جائے گا۔ لیکن باایں ہمہ حضرت عثمان رض حق و صداقت پر قائم رہے اور ربنا اللہ کی صدا استقامت سے جاری رکھی۔ چچا نے جب دیکھا کہ بہت کچھ برا بھلا کہنے کے باوجود اور سخت مار پیٹ اور ایذا کے باوجود یہ نشہ ان کے بھتیجے سے اترنے والا نہیں تو رسیوں کو کھول دیا اور انہیں چھوڑ دیا۔ اسلام کے قبول کرتے ہی حضرت عثمان رض کا استقامت کا نظارہ پیش کرنا ثابت کرتا ہے کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے انہیں برگزیدگی کے اعلیٰ مقام پر کھڑا کیا گیا تھا۔ ورنہ ایک عام انسان کیلئے اس قسم کے ناساز گار ماحول اور اس قسم کے مخالفانہ حالات میں جہاں انتہائی درجہ کی اذیت بھی دی جا رہی ہو اور مار پیٹ بھی جا رہا ہو اس قسم کی استقامت کا مظاہرہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

حضرت عثمان رض اسلام قبول کرنے کے بعد ہر موقع پر خدمتِ اسلام کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریکات و ارشادات پر مخلصانہ رنگ میں لبیک کہنے کی سعادت حاصل کرتے رہے اور حق یہ ہے کہ حضرت عثمان رض نے اپنی زندگی کے آخری ایام تک پورے استقلال اور استقامت کے جذبہ سے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرنے میں پوری مستعدی سے کام لیا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ اپنی خوبیوں کی وجہ سے بہت عزیز تھے۔ یکے بعد دیگرے حضورؐ کی دو صاحبزادیاں آپ کے عقدِ نکاح میں آئیں۔ حضرت رقیہؓ پھر ان کی وفات پر حضرت ام کلثوم رض اسی لئے آپ کا لقب ذوالنورین یعنی دو نوروں والا

غرض اسی مکہ میں جب آپ کے لئے رہنا دشوار ہو گیا اور اذیت کا سلسلہ لگاتار جاری رہا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ آپ کی زوجہ حضرت رقیہؓ بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ مگر اسلام اور کلمۂ حق کو تعویذ جان بنائے رکھا۔ وہاں سے واپسی پر پھر کچھ عرصہ بعد مدینہ کی طرف آپ نے ہجرت کی۔ مدینہ پہنچنے پر آپ نے ہر موقعہ پر کثیر مال سے اسلام کی اعانت و مدد کی۔

مدینہ میں میٹھے پانی کا ایک کنواں تھا اور وہ بھی ایک یہودی کی ملکیت۔ وہ اس کا پانی مسلمانوں کے ہاتھ قیمتاً فروخت کرتا اور گراں قیمت وصول کرتا جس سے غرباء کو سخت تکلیف ہوتی۔ اس دقت اور مشکل کو دیکھ کر ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی مسلمان اس کنوئیں کو یہودی سے خرید لے اور اپنے بھائیوں کو اس میں سے پانی پینے دے تو میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔ اس پر حضرت عثمان رضؓ دوڑے دوڑے اس یہودی کے پاس گئے اور منہ مانگی قیمت دے کر اس کنوئیں کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا کہ وہ مفت اس سے پانی حاصل کریں۔ روایات میں لکھا ہے کہ بیس ہزار درہم میں یہ کنواں جو بئر رومہ کے نام سے معروف ہے خریدا تھا۔ اسی طرح مسجد نبوی کی کشادگی کے لئے ملحقہ زمین کا ٹکڑا خرید کر مسجد کے لئے دے دیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی خواہش کی تھی کہ اگر کوئی شخص یہ زمین خرید کر مسجد کو دے دے تو مسجد وسیع ہو جائے گی۔

اسی طرح غزوہ تبوک کے موقعہ پر مسلمانوں کی مالی حالت اچھی نہ تھی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فکر تھی۔ آنحضرت کے فکر کو دیکھ کر حضرت عثمان رضؓ آگے بڑھے اور فراخ دلی سے بہت کثیر رقم کے ساتھ اسلامی فوج کی امداد کی۔ آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ کے پاس دس ہزار سوار اور تیس ہزار پیدل فوج ہے میں اس میں سے تہائی فوج کے لئے تمام سامانِ جنگ مہیا کرنے کی پیشکش کرتا ہوں۔ چنانچہ تیرہ ہزار سے زیادہ سپاہیوں کا پورا خرچ آپ نے اپنے پاس سے ادا کیا۔ اس پر بھی آپ کا قربانی کا جذبہ اور جوش کم نہ ہوا۔ آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے مزید پیش کئے۔ نیز ایک ہزار دینار نہایت عاجزی اور ادب کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیئے۔ جس پر آنحضرتؐ نے خوش ہو کر دعا فرمائی۔

حضرت عثمان رضؓ کا تسلسل کے ساتھ اور استقامت کے ساتھ ہر دم کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کے باعث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طبیعت پر ان کے متعلق بہت ہی اچھا اور گہرا اثر تھا۔ چنانچہ جب حضرت عثمان رضؓ کی دوسری زوجہ ام کلثومؓ کا انتقال ہوا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"اگر میری کوئی اور بیٹی ہوتی تو میں وہ بھی عثمان رضؓ کے عقد میں دے دیتا۔" (تاریخ الخلفاء للسیوطی)

اللہ تعالےٰ کی نظر میں حضرت عثمانؓ ایک مقبول انسان تھے۔ آپ کا اخلاص، محبت، فدائیت اور تسلسل اور دوام سے خدمت اسلام کے جذبہ پر اللہ تعالےٰ کی نگاہ تھی۔ اور یہ سب خدمات مقبولیت کا شرف حاصل کر چکی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے جن پیشگوئیوں کے مطابق جو وقتاً فوقتاً آپ کی زبانِ مبارک پر منشائے الٰہی سے جاری ہوئی تھیں آپ خلافتِ ثالثہ کے منصب پر سرفراز ہوئے۔ خلافت کے ابتدائی پانچ چھ سال میں فتوحات کے اس سلسلہ کو جو حضرت ابوبکر صدیق رضی کے زمانہ میں شروع ہوا اور حضرت عمر فاروق رضی کے زمانہ میں بڑی شان سے جاری رہا حضرت عثمان رضی نے اور آگے بڑھایا اور یہ چند سال بڑے آرام سے گذر گئے۔ مگر آہستہ آہستہ اندرونی طور پر بعض فتنہ پرداز اور منافق طبع لوگوں نے ایسے منصوبے اور سازشیں شروع کیں جن سے مسلمانوں کا اتحاد ختم ہو جائے اور اسلامی سلطنت کی جڑیں کھوکھلی ہو جائیں۔ اس تمام سازش اور فتنہ و فساد کا اصل بانی عبداللہ بن سبا ایک یہودی تھا۔ بہت مفسد، عیار اور بڑا باطن مکار انسان تھا۔ یہ فتنہ بڑھتا گیا۔ اس وقت بہت سے سادہ لوح مسلمان اس فتنہ کی لپیٹ میں آگئے۔ فتنہ پرداز ان سادہ لوح مسلمانوں کی حمایت کرنے کے لئے ایسی ایسی باتیں کرنے لگے جس سے بظاہر یہ سمجھا جائے کہ یہ فتنہ پرداز دراصل اسلام کا درد رکھتے ہیں اور خیر خواہی کے جذبہ سے یہ باتیں کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان کا منصوبہ یہی یہ تھا کہ کسی طرح اسلامی جمعیت کے شیرازہ کو منتشر کر دیا جائے۔ بڑھتے بڑھتے اس فتنہ نے ایک خطرناک ہنگامہ کی صورت پیدا کر دی اور خلیفہ وقت حضرت عثمان رضی پر اعتراضات اور نکتہ چینی کرنے لگے اور اس بات کا مطالبہ کرنے لگے کہ آپ خلافت کے اہل نہیں اور یہ کہ آپ کو خلافت کے منصب سے الگ ہو جانا چاہیئے۔ حضرت عثمان رضی نے جلیل القدر صحابہ رضی کے مشورہ سے اس فتنہ کو دور کرنے کے لئے بعض تدابیر بھی اختیار کیں۔ لیکن ایسی تدابیر سے احتراز کیا جو فی الواقعہ اس فتنہ کے قلع قمع کے لئے از بس ضروری تھیں۔ حضرت عثمان رضی نہایت نیک نیتی سے خون خرابہ سے مسلمان قوم کو محفوظ رکھنے کے باعث ایسے اقدامات سے رکے رہے جو بعض صحابہ رضی کے نزدیک ضروری تھے۔ حتیٰ کہ نوبت اس حد تک پہنچ گئی کہ فتنہ پرداز اور منافقین خود سے کے بہانے یہ کہ حضرت عثمان رضی کے قتل کے درپے ہو گئے۔ یہ لوگ یعنی فتنہ پرداز اس مطالبہ میں پیش پیش تھے کہ آپ خلافت کے منصب کو خیرباد کہہ دیں۔ حضرت عثمان رضی جو عزم و استقامت میں ایک زبردست چٹان تھے ان کے اس ناجائز اور خلافِ اسلام مطالبہ کو رد کرتے رہے اور بار بار اس طرف توجہ دلاتے رہے کہ حضرت رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے یہ فرما دیا تھا۔

یا عثمان لعل اللہ یقمصک قمیصاً فان ارادک المنافقون علی خلعہ فلا تخلعہ حتیٰ تلقانی (ترمذی)

اے عثمان اللہ تعالیٰ تمہیں خلافت کی قمیص پہنائے گا اور اس قمیص کو تم سے منافقین اتارنے کی کوشش کریں گے مگر تم اسے ہرگز نہ اتارنا۔

آپ منافقوں کے اس مطالبہ کو رد کرتے رہے مگر مفسدین اور منافقین مدینہ اس بارے میں اس قدر بے باک ہو گئے کہ خلیفہ وقت خدا کے پیارے اور حضرت رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے نہایت محبوب پر دستِ ستم دراز کر بے۔

میں ان کو کوئی جواب نہ رہا۔ چنانچہ ایک روز ایک بدبخت نے جمعہ کے دن جبکہ حضرت عثمان منبر رسول پر خطبہ جمعہ کے لئے کھڑے ہی ہوئے تھے۔ اور ابھی حمد و ثنا ہی شروع کیا تھا۔ کھڑے ہو کر کہا عثمان کتاب اللہ کو اپنا طرز عمل بنا۔ لیکن صبر و تحمل کے اس پیکر نے نرمی سے کہا بیٹھ جاؤ مگر بدبخت منافق اپنی بدبختی پر مزید مہر تصدیق ثبت کرتا گیا اور دو تین بار یہی فقرہ دوہرایا کہ "عثمان کتاب اللہ کو اپنا طرز عمل بناؤ" ظاہر ہے کہ خدا کے مقرر کردہ خلیفہ راشد اور حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی اور خود آپ سے جنت کی خوشخبری حاصل کرنے والے کو کتاب اللہ اور قرآن پر عمل کرنے کی تلقین کرنے کی کیا تک تھی سوائے اس کے کہ سننے والوں پر یہ اثر پیدا کیا جائے کہ آپ کتاب اللہ پر عامل نہ تھے۔ فتنہ پرداز اپنی اس قسم کی شرارتوں اور فتنہ پردازیوں میں بڑھتے ہی گئے حتیٰ کہ معاملہ انتہا کو پہنچ گیا اور ان فتنہ پردازوں نے حضرت عثمان رضؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت علی رضؓ اور دیگر جلیل القدر صحابہ رضؓ آپ کی حفاظت کے لئے ہر وقت ہی کمربستہ تھے۔ حضرت علی رضؓ نے اپنے بچوں کو بھی پہرہ پر متعین کر دیا۔ اس انتہائی دکھ اور اذیت کی حالت میں حضرت عثمان رضؓ نے ان منافقین کو کہا کہ یاد رکھو کہ اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو پھر مسلمان آپس میں اکٹھے نہ ہو سکیں گے۔ مگر بد باطن اور سنگدل فتنہ پردازوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ حضرت عبداللہ رضؓ بن سلام جو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے پیارے صحابی تھے اور یہودیوں سے اسلام میں آئے تھے اور بڑے عالم تھے وہ حضرت عثمان رضؓ کی خدمت میں اندر مکان میں حاضر ہوئے اپنی خدمات پیش کیں۔ حضرت عثمان رضؓ نے ان سے کہا کہ آپ باہر جا کر ان لوگوں کو سمجھائیں۔ حضرت عبداللہ رضؓ بن سلام نے مؤثر انداز میں ان فتنہ پردازوں کو پہلے اپنی حیثیت سے آگاہ کیا اور پھر فرمایا کہ یاد رکھو کہ اگر تم نے حضرت عثمان رضؓ کو کوئی گزند پہنچایا تو وہ فرشتے جو اس وقت مدینہ کی حفاظت پر مامور ہیں مدینہ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے اور وہ تلوار جو اس وقت نیام میں بند ہے باہر نکل آئی تو پھر کبھی اندر داخل نہ ہو سکے گی۔ اس پرحکمت تلقین کا بھی ان فتنہ پردازوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ ہوتا بھی کیسے۔ دشمنانِ اسلام کی سازشوں کا تو مقصد ہی اسلامی اتحاد اور جمعیت کو نقصان پہنچانا تھا۔ آخر یہ بد باطن لوگ حضرت عثمان رضؓ پر ٹوٹ پڑے اور آپ کو شہید کر دیا۔ خدا تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں اس مقدس انسان پر ہوں جس نے اپنی جان دے دینا قبول کیا لیکن استقامت کے مینار پر قائم رہا اور اس منصب کو جو خدا تعالیٰ نے آپ کے سپرد کیا نہ چھوڑا اور کلمۂ حق پر قائم رہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی عطا کردہ خلعت ہے میں اسے کسی قیمت پر بھی نہیں اتار سکتا اور خدا کے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ مجھے تو آپ نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ منافق اس قسم کا مطالبہ کریں گے لیکن اس مطالبہ کو تسلیم نہ کرنا۔ صبر و تحمل اور عزم و استقلال اور جرأت و استقامت کے اس پیکر نے آخر خون کی قربانی کو پیش کرنا افضل و برتر سمجھا لیکن سازشیوں اور فتنہ پردازوں کے مطالبہ کو آپ نے رد کر دیا اور حق و صداقت کے راستہ پر گامزن رہ کر شانِ استقامت کا ایک اعلیٰ نظارہ پیش کیا رضی اللہ عنہ۔

اے فرزندانِ احمدیت! سنو اور یاد رکھو منافق اور فتنہ پرداز اپنی سازشوں اور منصوبوں میں کامیابی حاصل

کرنے کے لئے بیشتر بظاہر بڑی نیک صورتوں اور نیک باتوں کے ساتھ سادہ لوح مومنوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ لیکن مومنوں کی جماعت کا کام ہے کہ وہ چوکس رہے اور ہر وقت چوکس رہے اور ان تمام حرکتوں پر نگاہ رکھے جو پچھلے زمانہ میں اختیار کی گئیں اور امت مسلمہ کو بد نتائج اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اور دیکھے کہ کہنے والا کون ہے کس ماحول کا ہے کس عمل کا ہے۔ اپنے امام اور آقا کے لئے ادب و احترام کا جذبہ رکھتا ہے یا نہیں۔ جب ایک صداقت کو سوچ سمجھ کر قبول کیا تو پھر پوری استقامت کے ساتھ قائم رہنا ہی برکت اور خدا کی رضا کا موجب ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انتہائی ناساز گار حالات میں بھی صداقت پر قائم رہ کر استقامت کی جو اعلیٰ شان دکھائی وہ ہم سب کے لئے باعث ہدایت ہے۔

(بقیہ صفحہ ۳۷)

خدا اپنا ہاتھ دکھائے گا۔ جب وہ اٹھنے لگا تو میں نے پھر اسے کہا کہ یہ جو کچھ میں نے کہا ہے جوش کی حالت میں نہیں کہا۔ یہ ایک حقیقت ہے جو پوری ہو کر رہے گی اور جب میری بات پوری ہوگی تو اس وقت میں تمہیں یاد دلاؤں گا۔ کہ میں نے گورنر کے متعلق جو کچھ کہا تھا وہ پورا ہوگیا۔ چنانچہ جب اس گورنر کو پنجاب سے رخصت کیا گیا تو میں نے اپنا آدمی اس کی طرف بھیجا اور کہا کہ تمہیں یاد ہے کہ میں نے اس روز کیا کہا تھا۔ اس نے کہا کہ مجھے خوب یاد ہے۔ بلکہ میں دوسرے دوستوں سے بھی اس کا ذکر کرتا رہا ہوں۔ پھر ایک شخص کے سامنے اس نے یہ بھی کہا کہ مجھے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے میری گردن پر بھی ہاتھ ڈالا ہوا ہے۔" (تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۲۳۶)

الغرض سلسلہ احمدیہ وہ شجرۂ طیبہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے بویا اور اس کے دست قدرت نے ہی اس کی حفاظت کی۔ اس کو باد صرصر کا کوئی خطرہ نہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے عظیم الشان وعدوں کے ماتحت اس کی تائید و نصرت دائمی طور پر اس کے ساتھ رہے گی۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اے تمام لوگو! سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا۔ اور ہر ایک جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی ... دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے" (تذکرۃ الشہادتین)

... احمدیت کے شجرۂ طیبہ کے سایہ میں آکر احمدیت اور اسلام کی ... میں داخل ہوتے ہیں

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی

بعض روایات

(از مکرم مولوی عبد الرحمٰن صاحب انور ربوہ)

حکیم محمد زاہد صاحب شورکوٹ ضلع جھنگ

مکرم حکیم محمد زاہد صاحب نے مندرجہ ذیل روایات مجھے ۱۱/۳/۴۲ کو لکھوائیں جبکہ خاکسار تبلیغی دورہ پر ان کے پاس شورکوٹ گیا۔ اور ان کا فوٹو بھی لیا گیا۔

"میرا اصل وطن ملتان تھا۔ والد صاحب کا نام بدر الدین۔ آج کل شورکوٹ میں کافی عرصہ سے مقیم ہوں۔ مَیں نے ۱۹۰۴ء میں بیعت کی تھی۔ پہلی دفعہ جب مَیں قادیان گیا تو ۱½ ماہ تک وہاں قیام کیا۔ حضرت صاحب کے ہمراہ رات کو چھتی ہوئی گلی سے نکل کر سیر کو جایا کرتے تھے۔ گلی میں بابا بھیرا سنگھ بیٹھا ہوا ہوتا تھا۔ گرمی کا موسم تھا اور بارش بالکل نہ ہوئی تھی۔ لوگوں نے صلوٰۃ استسقا پڑھانے کی درخواست کی۔ آپ نے مان لیا۔ آخر دوپہر کو مرد حضرت صاحب کے ساتھ گئے اور ہم حضرت ام المومنین والے گروپ میں تھے (کیونکہ میری عمر چھوٹی تھی) حضرت ام المومنینؓ باغ میں جو حویلی تھی اس کے اندر تشریف لے گئیں۔ حضرت صاحب نے باہر سے آم اور آڑوؤں کے ٹوکرے اندر بھیجے تاکہ بچوں میں تقسیم کئے جائیں چنانچہ حضرت ام المومنین رضؓ نے ہم سب بچوں میں ان کو تقسیم کیا۔ باہر باغ میں حضور نے نماز پڑھائی۔ جب کافی دیر ہوگئی تو حضور نے اندر رقعہ بھجوایا کہ بچوں کو لے کر فوراً شہر چلی جائیں سخت بارش ہوگی۔ جب ہم شہر پہونچے تو سخت بارش شروع ہو چکی تھی ہمارے کپڑے بھیگ چکے تھے۔

ایک دفعہ جبکہ میرے والد صاحب حضرت صاحب کے پاس بیٹھے تھے اور ہم دونوں بھائی حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کے ساتھ پیچھے بیٹھے تھے جب بیعت کا موقعہ آیا تو ہمارے والد صاحب نے آواز دے کر کہا کہ محمد عابد اور محمد زاہد دونو آؤ اور بیعت کر لو۔ حضرت صاحب یہ سنکر ہنس پڑے۔ میرے والد صاحب نے کہا کہ اگر یہ نام حضور کو اچھے نہیں لگے تو ان کے نام تبدیل کردیئے جائیں۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ محمدؐ کے طفیل یہ عابد اور زاہد ہو جائیں گے۔

میں جب حضور سے رخصت ہونے کے لئے اندر گیا تو حضرت صاحب لیٹے ہوئے تھے۔ میری آواز سنکر اٹھ بیٹھے اور مجھے پیار کیا اور حضرت ام المومنینؓ کو فرمایا کہ ان کو روٹیاں دو۔ انہوں نے سفر پر جانا ہے۔ چنانچہ انہوں نے روٹیاں دیں ہم ان کو لے کر ملتان آئے اور اپنے احباب میں تقسیم کیں۔

ایک دفعہ جبکہ حضور سیر کے لئے تشریف لے جا رہے تھے اور ہم حضور کے ساتھ ساتھ دوڑتے تھے کیونکہ حضور کی رفتار تیز تھی۔ اتفاقاً حضور کی سوٹی پر کسی کا پاؤں آ گیا حضور کی سوٹی گر گئی۔ آپ نے مڑ کر بھی نہ دیکھا تا کہ وہ شخص شرمندہ نہ ہو۔ ایک دوسرے آدمی نے حضور کی سوٹی حضور کو پکڑا دی۔

ایک دفعہ اپنے گھر میں جب میں نے تربوز کھانا چاہا تو میرے والد صاحب نے فرمایا کہ نمک لگا کر کھاؤ کیونکہ حضرت صاحب نے فرمایا تھا کہ تربوز کو نمک کے ساتھ کھانا چاہیئے۔

جب حضرت صاحب اپنے آخری ایام میں لاہور آئے تو لیکچر کے بعد کسی شخص نے حضور سے پوچھا کہ ایک مرغی کی گردن بلی توڑ کر لے گئی ہے وہ پھڑک رہی ہے۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے کس طرح اسے ذبح کیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ جس مرغی کی گردن بلی توڑ کر لے گئی ہے وہ زندہ تو نہ ہوگی اور دو چار آنے کے واسطے ایمان میں خلل ڈالنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔

انہی دنوں پیغام بلڈنگز میں چند ایرانی بیعت کے لئے آئے حضور نے ان سے بیعت کے الفاظ فارسی زبان میں کہلوائے۔ چونکہ وہ اچھی طرح سمجھ نہ سکتے تھے حضرت صاحب کو بعض دفعہ الفاظ دہرانے پڑتے تھے۔ بیچ میں مولوی محمد احسن صاحب بول پڑتے تھے۔ اس پر حضرت صاحب نے فرمایا کہ جب ہم خود موجود ہیں تو آپ کو پڑھانے کی کیا ضرورت ہے۔

مکرم مولوی محمد علی صاحب شاعر پنجابی ساکن کاموںکے ضلع گوجرانوالہ

مکرم مولوی صاحب نے ۱۹۳۲ء میں خود اپنی زبانی بیعت کا واقعہ یوں لکھوایا۔ مکرم مولوی صاحب نے کہا کہ

"میں سیالکوٹ میں امام مسجد تھا۔ مسجد اہلسنت والجماعت کی تھی۔ سنیوں نے اہلحدیثوں کو اپنی مسجد سے نکالا۔ اس پر ایک قصائی نے اپنی دوکان اہلحدیث کو مسجد کے لئے دی۔ لوگوں نے اسے مسجد ضرار قرار دیا۔ آخر اہلحدیثوں نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور حافظ عبدالمنان صاحب کو بلایا۔ جب وہ آئے تو میں نے مولوی محمد حسین صاحب سے دریافت کیا کہ آپ نے جو کفر کا فتویٰ مرزا صاحب پر لگایا ہے۔ کیا وہ ایسا ہی فتویٰ ہے جو سنیوں کی طرف سے اہلحدیث پر لگایا گیا ہے یا کوئی نیا فتویٰ ہے بالآخر حافظ عبدالمنان نے کہا کہ علیحدہ درخواست کرو۔ خطرہ ہے کہ فساد نہ ہو جائے۔ یہ احمدی معلوم ہوتا ہے یا تو اس سے مرزا صاحب کو کافر کہلواؤ یا اس کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دو۔ لوگوں نے مجھے دینے کے لئے ۲۰۰ روپے اکٹھے کئے اور مجھے کہا کہ کل منبر پر مرزا صاحب کو کافر کہو۔ وہ دن جمعرات کا تھا۔ میں نے جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات کو نفل پڑھنے شروع

کر دیئے اور یہ دعا کرنے لگا کہ خدایا اگر مرزا صاحب جھوٹے ہیں تو ۲۰۰ روپے جو لوگوں نے میرے لئے جمع کئے ہیں مَیں ان سے محروم نہ رہوں اور اگر سچے ہیں تو میرا ایمان سلامت رہے۔ اس حالت میں مجھ پر غنودگی کا غلبہ ہوا۔ مَیں نے یہ نظارہ دیکھا کہ لوگ مشرق سے مغرب کی طرف دوڑتے جا رہے ہیں۔ مَیں نے اپنے ایک واقف کار سے پوچھا کہ کیا بات ہے اس نے کہا کہ فلاں دیوار کے پیچھے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہیں۔ مَیں بھی اس طرف دوڑا۔ مَیں نے وہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کھڑا ہوا دیکھا۔ آپ کے منبر کے دائیں طرف مرزا صاحب کھنی سے ٹیک لگائے کھڑے تھے۔ مَیں نے راستہ میں دو سپاہیوں کو کھڑا دیکھا۔ مَیں نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا اور وہ دونوں سپاہی غائب ہو گئے۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مات عیسیٰ اخی۔ ھذا مسیح (اور حضرت مرزا صاحب کو ہاتھ بھی لگایا۔) اللہ رزاق۔ اس میں میری طرف اشارہ تھا اور یہ نظارہ ختم ہو گیا۔

صبح کے وقت لوگ میرے پاس آئے اور کہا کہ یہ ۲۰۰ روپے لو۔ مَیں نے کہا جس پر کفر کا فتوے لگا ہے پہلے اسے دیکھ لوں۔ مَیں قادیان آیا۔ حضرت صاحب کی زیارت کی۔ آپ کی شکل و صورت خواب والی شکل سے بالکل مل گئی۔ مَیں نے بیعت کر لی۔ بعدہٗ حضور کو خواب بتلائی۔ حضرت نے فرمایا وہ دونوں سپاہی دو سو روپے تھے میری تسلّی ہو گئی۔

عید الاضحیٰ کے موقعہ پر مَیں قادیان میں تھا۔ صبح کے وقت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے فرمایا کہ مَیں نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگ حضور کے وعظ کے لئے بہت مشتاق ہیں۔ حضور آج ضرور کچھ وعظ فرما دیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا یہ آپ کیا کہتے ہیں۔ رات بھر سر میں درد رہا ہے۔ دماغ میں کوئی مضمون نہیں لیکن اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں مَیں کل نشان دکھلاؤں گا۔ چنانچہ عید الاضحیٰ کے دن صبح ۷ بجے نماز پڑھی اور حضور منبر پر جا بیٹھے اور خطبہ الہامیہ شروع کیا۔ حضور کی آنکھیں بند تھیں۔ ایک ایک فقرے کو دو دو دفعہ دہراتے تھے۔ مولوی عبدالکریم صاحبؓ اور مولوی نور الدین صاحبؓ لکھنے والے تھے۔ یہ خطبہ الہامیہ ہمارے روبرو نازل ہوا اور ہمارے روبرو لکھا گیا۔ مولوی صاحبان الف اور ع کے متعلق تشریح کرواتے تھے۔ کیونکہ تلفظ میں حضور ع کو زیادہ واضح طور پر ادا نہیں کرتے تھے۔

آسائش کی حقیقی راہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"مومن کو حقیقی راحت اور آسائش کے لئے رو بخدا ہونا چاہیئے۔ جو مومن آسائش کی زندگی چاہتے ہیں وہ خدا تعالےٰ پر بھروسہ کریں اور اس کے سوا کسی اور پر بھروسہ نہ کریں"

(ملفوظات جلد ششم صـ۳۲۷)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا

اٹھارہواں سالانہ اجتماع

قبل ازیں اعلان کیا جا چکا ہے کہ امسال مجلس انصار اللہ کا اٹھارہواں مرکزی سالانہ اجتماع انشاء اللہ العزیز ۹-۱۰-۱۱ / نبوت / نومبر ۱۳۵۲ہش / ۱۹۷۳ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار ربوہ میں منعقد ہوگا۔

یہ اجتماع خدا تعالیٰ کے فضل سے غیر معمولی برکات کا حامل ہوتا ہے۔ خاص طور پر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات اور قلوب میں اثر پیدا کرنے والی نصائح سننے کا موقعہ ملتا ہے۔ حاضرین بزرگانِ سلسلہ اور اہلِ علم اصحاب کی پُر مغز تقاریر سے بھی مستفید ہوتے ہیں۔ رقت سے پُر دعاؤں اور رجوع الی اللہ کے جو مواقع اجتماع میں ملتے ہیں ان کی لذت شامل ہونے والے احباب ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ دلوں میں ایک خاص قسم کی طمانیت اور سکون پیدا ہوتا ہے۔ امام ہمام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور مرکز کی زیارت اور دوستوں سے ملاقات ان امور کے علاوہ ہے۔ زعماء / زعماء اعلیٰ سے درخواست ہے کہ وہ ازراہِ کرم ابھی سے اس اجتماع میں شمولیت کے لئے انصار کو پُرزور تحریک فرمائیں۔ دستور اساسی انصار اللہ کے مطابق ناظمین اعلیٰ، ناظمین اضلاع، نیز زعماء اعلیٰ / زعماء کی اس مرکزی اجتماع میں حاضری لازمی ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ صدر مجلس سے قبل از وقت رخصت حاصل کریں۔

مندرجہ ذیل امور کی طرف بھی ازراہِ کرم فوری توجہ فرمائیں۔

۱۔ شوریٰ انصار اللہ کے لئے اگر آپ اپنی مجلس کی طرف سے کوئی تجویز بھجوانا چاہتے ہوں تو مجلس عاملہ کی منظوری کے بعد معین الفاظ میں دفتر مرکزیہ میں بھجوا دیں۔

۲۔ اپنی مجلس کی طرف سے نمائندگان شوریٰ کا انتخاب کروا کر ان کے اسماء سے مرکز کو مطلع فرماویں۔ قواعد کے مطابق ۲۰ اراکین یا اس کی کسر پر ایک نمائندہ منتخب ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ، ناظمین اعلیٰ، ناظمین اضلاع اور زعماء / زعماء اعلیٰ اپنے عہدہ کے لحاظ سے شوریٰ کے ممبر ہوں گے۔ نمائندگان کی اطلاع مرکز میں بھجوانے کی تاریخ یکم نبوت / نومبر مقرر کی گئی ہے۔ اس تاریخ تک آپ کی طرف سے اطلاع مل جانی چاہیئے۔

۳۔ سالانہ اجتماع انصار اللہ کا چندہ جس کی شرح کم از کم ایک روپیہ سالانہ فی رکن ہے جملہ اراکین سے وصول کر کے جلد بھجوا دیا جائے تاکہ اجتماع کے انتظامات میں مالی دشواری پیش نہ آئے۔

اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو اور آپ کی کوشش ... از ہر خدمت دین کی توفیق بخشے آمین (نسیم سیفی قائم مقام صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

سلسلہ احمدیہ اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نظارے

محترم مولانا غلام احمد صاحب فرخ مربی سلسلہ

سلسلہ احمدیہ الٰہی سلسلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ قائم کیا۔ چونکہ یہ سلسلہ بھی الٰہی سلسلوں کی طرح انبیاء کی سنت اور منہاج نبوت پر قائم کیا گیا ہے۔ اس لئے اس کی تاریخ بھی اپنے آغاز سے لے کر آج تک اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نظاروں سے معمور ہے۔ چنانچہ جب بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ ماموریت فرمایا تو مخالفت کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ مسلمان عیسائی اور ہندو آپ کی مخالفت میں یکجان ہو کر کھڑے ہو گئے۔ امیر اور غریب، خواص اور عوام، مرد اور عورتیں سب کے سب آپ کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے پرجوش اور اشتعال انگیز نعروں کے ساتھ یکزبان ہو کر جمع ہو گئے۔ جبکہ اس آباد دنیا میں کوئی فرد نہیں تھا جو آپ کی تائید میں کھڑا ہو کر آواز اٹھاتا۔ آپ اکیلے تھے کوئی آبائی ریاست آپ کے پاس نہ تھی، آپ کسی مشہور دینی مدرسہ کے فارغ التحصیل بھی نہ تھے نہ کسی عہدہ حکومت پر آپ فائز تھے۔ غرضیکہ ترقی اور کامیابی کے ظاہری سامانوں میں سے آپ کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ آپ ایک تارک الدنیا اور لوگوں سے علیحدہ رہنے والے درویش تھے۔ ان حالات میں کوئی شخص تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ آپ کامیاب ہوں گے اور دنیا میں آپ کی آواز کی کوئی بازگشت ہو گی۔ مگر وہ قادر و توانا خدا جس کے قبضہ قدرت میں کائنات کا ذرہ ذرہ ہے، جس نے آپ کو مبعوث فرمایا تھا وہ آپ کے ساتھ تھا اور بڑی شوکت آواز کے ساتھ آپ سے مخاطب ہو کر آپ کو کہتا تھا۔

۱- اِنِّیْ مَعَکَ اَقُوْمُ حَیْثُمَا قُمْتَ

(میں تیرے ساتھ ہوں تو جہاں کھڑا ہو گا میں بھی وہیں کھڑا ہوں گا)

۲- فَحَانَ اَنْ تُعَانَ وَ تُعْرَفَ بَیْنَ النَّاسِ

وقت آگیا ہے کہ تیری مدد کی جائے اور لوگوں کے درمیان بڑی نیک شہرت کے ساتھ تجھے مشہور کیا جائے

۳- یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُّوْحِیْ اِلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ

(تیری مدد کریں گے وہ لوگ جنکو ہم آسمان سے وحی کریں گے)

۴۔ "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔"

۵۔ "دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا مگر خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کر دے گا۔"

۶۔ "میں تیرے سچے محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا اور ان میں کثرت بخشوں گا۔"

خدا تعالیٰ نے ان وعدوں کو عظیم الشان تجلیات کے ساتھ پورا کیا۔ آپؑ اکیلے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق ہر قوم، ہر ملک اور ہر طبقہ میں آپؑ کو قبولیت کا نشان عطا فرمایا۔ رفتہ رفتہ ایک ایک کر کے آپ کے جاں نثار اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے آپؑ کے پاس جمع ہوتے چلے گئے۔ دشمن اپنے شدید حملوں میں بڑھتا ہی چلا گیا اور خدائے قادر و توانا کی تائید و نصرت کے نظارے ان سے بھی بڑھ کر ظاہر ہوتے چلے گئے۔ آپؑ کی دعاؤں کو غیر معمولی رنگ میں اللہ تعالیٰ نے سنا اور آپؑ کو غیب کی خبریں نہایت کثرت سے اللہ تعالیٰ نے عطا کیں جو نہایت شان کے ساتھ پوری ہوئیں۔ قرآن کریم کے معارف اور حقائق معجزانہ رنگ میں آپؑ پر کھولے گئے۔ عربی زبان کی فصاحت و بلاغت آپ کو عطا کی گئی۔ غرضیکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کا ہر دن ایک نیا نشان لے کر طلوع ہوتا تھا اور بارش کی طرح خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نشان آسمان سے نازل ہوتے رہے۔ آپؑ کے مخلص دوستوں کی تعداد دن بدن بڑھتی چلی گئی اور دشمن ذلیل اور خوار ہوتے گئے۔ کامیابی اور بامرادی نے آپؑ کے قدم چومے اور شکست اور نامرادی آپؑ کے دشمنوں کو نصیب ہوئی۔ چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"اب یہ لوگ خود سوچ لیں کہ اس سلسلہ کو برباد کرنے کے لئے کس قدر انہوں نے زور لگائے اور کیا کچھ ہزار جانکاہی کے ساتھ ہر ایک قسم کے مکر کئے۔ یہاں تک کہ حکام تک جھوٹی مخبریاں بھی کیں خون کے جھوٹے مقدموں کے گواہ بن کر عدالتوں میں گئے اور تمام مسلمانوں کو میرے پر ایک عام جوش دلایا۔ اور ہزارہا اشتہار اور رسالے لکھے اور کفر اور قتل کے فتوے میری نسبت دیئے اور مخالفانہ منصوبوں کے لئے کمیٹیاں کیں مگر ان تمام کوششوں کا نتیجہ بجز نامرادی کے اور کیا ہوا۔ پس یہ اگر کاروبار انسان کا ہوتا تو ضرور ان کی جان توڑ کوششوں سے یہ تمام سلسلہ تباہ ہو جاتا۔ کیا کوئی نظیر دے سکتا ہے کہ اس قدر کوششیں کسی جھوٹے کی نسبت کی گئیں اور پھر وہ تباہ نہ ہوا بلکہ پہلے سے ہزار چند ترقی کر گیا۔ پس کیا یہ عظیم الشان نشان نہیں کہ کوششیں تو اس غرض سے کی گئیں کہ یہ تخم جو بویا گیا ہے اندر ہی اندر نابود ہو جائے اور صفحہ ہستی پر اس کا نام و نشان نہ رہے۔ مگر وہ تخم بڑھا اور پھولا اور ایک درخت بنا اور اس کی شاخیں دور دور چلی گئیں۔ اور اب وہ درخت اس قدر بڑھ گیا کہ ہزارہا پرندے اس پر

آرام کر رہے ہیں۔" (نزول المسیح ص۱۰۶)

پھر فرماتے ہیں:۔

دیکھو خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا ÷ گمنام پا کے شہرۂ عالم بنا دیا
جو کچھ مری مراد تھی سب کچھ دکھا دیا ÷ میں اک غریب تھا مجھے بے انتہا دیا
دنیا کی نعمتوں سے کوئی بھی نہیں رہی ÷ جو اس نے اپنی عنایات سے نہ دی
اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا ÷ میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا
میں تھا غریب و بیکس و گمنام و بے ہنر ÷ کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
اب دیکھتے ہو کیسا رجوعِ جہاں ہوا ÷ اک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تائید و نصرت کا ایک عظیم الشان نظارہ طاعون کی شکل میں دکھایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۹۸ء میں طاعون کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک خواب لکھا۔ چنانچہ حضور اقدس نے اعلان فرمایا کہ:۔

"ایک ضروری امر ہے جس کے لکھنے پر میرے جوش ہمدردی نے مجھے آمادہ کیا ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ جو لوگ روحانیت سے بے بہرہ ہیں اس کو ہنسی اور ٹھٹھے سے دیکھیں گے مگر میرا فرض ہے کہ میں اس کو نوع انسان کی ہمدردی کے لئے ظاہر کروں اور وہ یہ ہے کہ آج جو ۶ فروری ۱۸۹۸ء روز یکشنبہ ہے میں نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں۔ میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔" (ایام الصلح ص۱۲۱)

اس رؤیا کے بعد جلد ہی طاعون پنجاب میں پیدا ہو گئی۔ شروع میں اس کا حملہ زیادہ سخت نہیں تھا مگر آہستہ آہستہ اس کی تیزی ترقی کرتی گئی حتیٰ کہ ۱۹۰۲ء میں آکر اس نے اتنا زور پکڑا کہ بعض دفعہ ایک ایک ہفتہ میں تیس تیس ہزار آدمیوں کی موت ہوئی اور ایک ایک سال میں کئی کئی لاکھ آدمی موت کا شکار ہوئے۔

انہیں ایام میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ظاہر فرمایا کہ طاعون آپ کے لیے ایک نشان ہے اور اس کے ذریعہ خدا تعالیٰ آپ کے ماننے والوں اور انکار کرنے والوں میں ایک امتیاز پیدا کر دیگا چنانچہ آپ پر جو الہام نازل ہوا وہ یہ تھا:۔

"تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہوگا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے

تقویٰ سے مجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہو گا تا وہ قوموں میں فرق کر کے دکھلا دے لیکن وہ جو کامل طور پر پیروی نہیں کرتا وہ تجھ میں سے نہیں ہے اس کے لئے دلگیر مت ہو .... قادیان میں سخت بربادی افگن طاعون نہیں آئے گی .... تمام لوگ اس جماعت کے خواہ وہ کتنے ہی ہوں مخالفوں کی نسبت طاعون سے محفوظ رہیں گے۔" (کشتی نوح)

اس کے بعد طاعون نے بہت زور پکڑا۔ ہزاروں دیہات ویران ہو گئے۔ اور بعض جگہ ایسی تباہی آئی کہ مردوں کو دفن کرنے کے لئے کوئی آدمی نہیں ملتا تھا اور لاشیں سڑکوں اور گلیوں میں پڑی پڑی سڑتی تھیں۔

طاعون کے ایام میں جماعت نے حیرت انگیز ترقی کی بعض اوقات ایک دن میں پانچ پانچ سو بلکہ اس سے بھی زیادہ آدمیوں کی بیعت کے خطوط آتے تھے۔ اور دنیا گھبرا کر خدا کے مسیح کا دامن پکڑنے کے لئے ٹوٹی پڑتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بعض اوقات مسکرا کر فرمایا کرتے تھے کہ ہماری جماعت کے بہت سے لوگ طاعونی احمدی ہیں کہ جب لوگوں نے دلائل سے نہیں مانا تو خدا نے انہیں عذاب کا طمانچہ دکھا کر منوایا۔

پیشگوئی کا دوسرا حصہ بھی بڑی شان سے پورا ہوا۔ قادیان میں بھی طاعون تو آئی مگر خدا نے اسے دوسرے شہروں کی نسبت تباہ کن ویرانی سے بچا لیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر کے چاروں طرف بھی لوگ مرے مگر آپ کے مکان کا ہر کسی انسان کا مبتلائے مرض ہونا تو الگ رہا کوئی چوہا تک بھی نہیں مرا۔

پھر سلسلہ احمدیہ کے اشد ترین مخالف طاعون کا شکار ہوئے اور خدا تعالیٰ نے ان کو چن چن کر لیا۔ غرضیکہ طاعون کا نشان ایک نہایت ہی عظیم الشان نشان تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت اور تعلیم کو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح نشان بنا دیا اور آپ پر ایمان لانے والے اور آپ کی سچی اتباع کرنے والے طاعون کی آگ سے محفوظ رہے اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کا یہ عظیم الشان نظارہ دنیا نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔

سلسلہ احمدیہ کی تاریخ ابتداء سے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نظاروں سے معمور ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں نہایت خطرناک طوفان آئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی تائیدات بارش کی طرح نازل فرمائیں۔ ۱۹۳۳-۳۴ء میں مجلس احرار نے جماعت احمدیہ کے خلاف ایک نہایت ہی خطرناک فتنہ برپا کیا۔ یہاں تک کہ مشہور احرار لیڈر چوہدری افضل حق صاحب نے لاہور میں کہا کہ

"ہم نے اب قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ احمدیت کے ساتھ ایک تباہ کن جنگ لڑ کر چھوڑیں گے۔"

احرار نے اٹھائے ہوئے فتنہ میں مسلمان عوام کا ایک بڑا طبقہ بھی شامل ہو گیا دوسری طرف پنجاب کی حکومت بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئی اور سلسلہ احمدیہ کو کچلنے کے لئے یہ ساری طاقتیں ایک محاذ پر جمع ہو گئیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ثابت کر دیا کہ وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس نے ان کے سب منصوبوں کو ملیامیٹ کر دیا۔ مسجد شہید گنج کا واقعہ ایسا تیار کو

ثابت ہوا کہ احرار کا نام و نشان مٹ گیا۔ احمدیت نے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے اور زیادہ ترقی کی اور بیسیوں ممالک۔ بیرون میں اگرچہ ہم گزشتے تو اس مخالفت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا میں احمدیت کو روشناس کرادیا۔ اور جماعت کی طاقت بلحاظ مالی قوت، اور افرادی وسعت کے پہلے سے کئی گنا بڑھ گئی۔ اسی شدید مخالفت کا نتیجہ تھا کہ جماعت فروتنی، عاجزی اور انکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکی اور اپنی متضرعانہ دعاؤں سے اللہ تعالیٰ کے عرش کو ہلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت کی دستگیری فرمائی اور تحریکِ جدید کی صورت میں ایک انقلابی سکیم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں القا کی۔ اس مبارک تحریک پر چل کر جماعت نے غیر معمولی ترقی کی۔ اور اس طرح یہ جھگڑا احرار کی شکست اور نامرادی پر ختم ہوا۔ اور احمدیت کی ترقی عروج اور فتوحات کا ایک نیا دور شروع ہوا۔

پھر ۱۹۵۳ء میں عوام و خواص نے مل کر ایک دفعہ پھر احمدیت پر ایک بھرپور حملہ کیا اور احمدیوں کو ہر جگہ انتہائی مصائب میں مبتلا کر دیا۔ مخالفین ان کو مٹانے کے منصوبے بنا کر ان کے سروں پر کھڑے ہو گئے۔ اور اپنے خیال میں احمدیوں کی زمینیں، جائدادیں اور ان کے مال مویشی اور مکان آپس میں تقسیم کر لئے۔ حکومت کے بعض ذمہ دار صاحب اقتدار عہدہ دار بھی ان فتنہ انگیز عناصر کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ملک میں ایک آگ لگا دی گئی۔ الغرض حالات نہایت خطرناک صورت اختیار کر چکے تھے۔ ایسے نازک وقت میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے احباب جماعت کو یہ پُر زور پیغام دیا:-

"کیا آپ نے گزشتہ چالیس سال میں کبھی دیکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے چھوڑ دیا۔ تو کیا اب وہ مجھے چھوڑ دے گا۔ ساری دنیا مجھے چھوڑ دے مگر وہ انشاء اللہ مجھے کبھی نہیں چھوڑے گا۔ سمجھ لو کہ وہ میری مدد کے لئے دوڑا آرہا ہے، وہ میرے پاس ہے وہ مجھ میں ہے، خطرات ہیں اور بہت ہیں مگر اس کی مدد سے سب دور ہو جائیں گے۔" (الفضل ۴ مارچ ۱۹۵۳ء)

چنانچہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام

انی مع الافواج اتیک بغتۃ

کے مطابق اپنے ملائکہ کی فوجیں لے کر آیا۔ مخالف شرمندہ ہو کر پسپا ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ہر معاند احمدیت کو اس کے حصہ کے مطابق سزاؤں کا مزا چکھایا اور احمدیت کا قافلہ فتح و ظفر کا جھنڈا لہراتا ہوا اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زندہ باد کے نعرے مارتا ہوا آگے بڑھا اور خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ آگے بڑھتا چلا جائیگا اور دنیا کی کوئی طاقت نہیں جو اس کو روک سکے۔

اسی سلسلہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

"سیفٹی ایکٹ کے ماتحت گورنر پنجاب کی طرف سے مجھے ۱۹ مارچ ۱۹۵۳ء کو نوٹس ملا اور ڈی ایس پی مجھے وہ نوٹس دینے آیا تو میں نے اسے کہا میری گردن تمہارے گورنر کے ہاتھ میں ہے لیکن تمہارے گورنر کی میرے خدا کے ہاتھ میں ہے۔ تمہارے گورنر نے میرے ساتھ جو کرنا تھا وہ کر لیا۔ اب میرا

پروگرام سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ مرکزیہ سال ۱۳۵۲ ہش / ۱۹۷۳ء

۹ نبوت/نومبر ۱۳۵۲ ہش / ۱۹۷۳ء بروز جمعۃ المبارک

اجلاس اوّل بعد دوپہر

۳-۳۰ تا ۳-۴۰	تلاوت قرآن کریم	مکرم حافظ مسعود احمد صاحب
۳-۴۰ تا	دعا	سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کی خدمت میں درخواست کی جائے گی
	عہد و افتتاحی خطاب	
۴۵ منٹ	تفریحی و ورزشی مقابلہ جات	
	وقفہ برائے نماز مغرب وعشاء و طعام	

اجلاس دوم

۷-۰۰ تا ۷-۰۵	تلاوت قرآن کریم	مکرم قاری محمد عاشق صاحب
۷-۰۵ ″ ۸-۱۰	سالانہ رپورٹ کارگزاری	قائدین کرام
۸-۱۰ ″ ۸-۲۰	درس قرآن کریم	مکرم مولانا ابو العطاء صاحب
۸-۲۰ ″ ۸-۳۰	درس حدیث النبی صلے اللہ علیہ وسلم	مکرم شیخ مبارک احمد صاحب
۸-۳۰ ″ ۹-۳۰	شوریٰ	

۱۰ نبوت/نومبر ۱۳۵۲ ہش / ۱۹۷۳ء بروز ہفتہ

اجلاس اوّل صبح

۵-۰۰ تا ۵-۳۰	نماز تہجد	
۵-۳۰ ″ ۶-۰۵	نماز فجر	
۶-۰۵ ″ ۶-۲۰	درس قرآن کریم	مکرم مولانا عبد المالک خان صاحب
۶-۲۰ ″ ۷-۲۰	سیرت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم	
۱۵ منٹ	رواداری	مکرم چوہدری احمد مختار صاحب
″	جذبۂ تبلیغ	مکرم مولانا ابو المنیر نور الحق صاحب
″	غیروں سے حسن سلوک	مکرم چوہدری محمد شریف صاحب
″	والدین سے حسن سلوک	مکرم صوفی بشارت الرحمن صاحب
۷-۲۰ تا ۸-۴۵	ناشتہ وغیرہ	

اجلاس دوم

۸-۴۵ تا ۸-۵۳	تلاوت قرآن کریم	مکرم قریشی عبد الرحمن صاحب
۸-۵۳ ″ ۹-۰۰	نظم	مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب

۹-۰۰ تا ۹-۱۵	درس قرآن کریم	مکرم مولوی نذیر احمد صاحب مبشر
۹-۱۵ " ۹-۳۰	درس حدیث النبی صلے اللہ علیہ وسلم	مکرم میر مسعود احمد صاحب
۹-۳۰ " ۹-۴۵	درس ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام	مکرم ملک محمد عبداللہ صاحب
	سیرت صحابہ کرام	
۹-۴۵ " ۱۰-۰۰	حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ	مکرم مولوی غلام باری صاحب سیف
۱۰-۰۰ " ۱۰-۱۵	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ	مکرم مولانا عبدالمالک خان صاحب
۱۰-۱۵ " ۱۰-۳۰	حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ	مکرم شیخ مبارک احمد صاحب
۱۰-۳۰ " ۱۰-۴۵	بدظنی سے اجتناب	مکرم مرزا عبدالحق صاحب
۱۰-۴۵ " ۱۱-۰۰	مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی ضرورت و اہمیت	مکرم مسعود احمد خان صاحب دہلوی
۱۱-۰۰ " ۱۲-۴۵	انعامی تقریری مقابلہ	منصفین
	۱۔ اطاعت نظام کی اہمیت	۱۔ مکرم قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری
	۲۔ نماز باجماعت کا فلسفہ	۲۔ مکرم شیخ عبدالوہاب صاحب
	۳۔ قربانی ترقی کا زینہ	۳۔ مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیر
	۴۔ خلافت ثالثہ کی تحریک "اشاعت القرآن"	

نوٹ:- مقرر کسی ایک موضوع پر اظہار خیال کرے گا

۱۲-۴۵ " ۱-۰۰	نظم	مکرم مرزا نثار احمد صاحب فاروقی

نماز ظہر و عصر و طعام

اجلاس سوم

۳-۰۰ تا ۳-۰۵	تلاوت قرآن کریم	مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب
۳-۰۵ " ۳-۱۵	نظم	مکرم مولوی عبدالعزیز صاحب بھامڑی
۳-۱۵ " ۳-۳۰	درس قرآن کریم	مکرم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب
۳-۳۰ " ۴-۰۰	سوال و جواب	
	نوٹ:- سوالات افتاء۔ قضا یا سیاسیات سے متعلق نہ ہوں گے۔	مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب مکرم شیخ مبارک احمد صاحب مکرم قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری

سیرۃ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۴-۰۰ تا ۴-۱۵	۱۔ حضرت مولانا برہان الدین صاحب رضی اللہ عنہ	مکرم مولوی محمد منور صاحب
۴-۱۵ " ۴-۳۰	۲۔ حضرت منشی اروڑے خان صاحب رضی اللہ عنہ	مکرم شیخ محمد احمد صاحب مظہر
۴-۳۰ " ۵-۱۵	۱۔ اجلاس ناظمین اعلیٰ/ ناظمین اضلاع مجلس عاملہ انصار اللہ مرکزیہ ۲۔ ورزشی مقابلہ جات	

۵-۱۵ تا ۷-۳۰	وقفہ برائے نماز مغرب و عشاء و طعام	

اجلاس چہارم

۷-۳۰ ،، ۷-۳۵	تلاوت قرآن کریم	مکرم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب
۷-۳۵ ،، ۷-۴۵	نظم فارسی	مکرم قریشی عبد الرحمٰن صاحب
۷-۴۵ تا	تقسیم انعامات و اسناد خوشنودی۔ خطاب	محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب صدر مجلس

شب بخیر

۱۱ نبوت / نومبر ۱۳۵۲ ہش / ۱۹۶۳ء بروز اتوار

اجلاس اول

۵-۰۰ تا ۵-۳۰	نماز تہجد	
۵-۳۰ ،، ۶-۰۵	نماز فجر	
۶-۰۵ ،، ۶-۲۰	درس قرآن کریم	مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیر
۶-۲۰ ،، ۶-۳۵	درس حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم	مکرم سید محمود احمد صاحب ناصر
۶-۳۵ ،، ۶-۵۰	ذکر الٰہی	مکرم ملک سیف الرحمٰن صاحب
۶-۵۰ ،، ۷-۰۵	وقت کی پابندی	مکرم مولانا ابو العطاء صاحب
۷-۰۵ ،، ۷-۳۵	ذکر حبیب علیہ السلام	زیر انتظام بزم۔ مکرم پیر فقیر حبیب اللہ خان صاحب
۷-۳۵ ،، ۸-۴۵	وقفہ برائے ناشتہ	

اجلاس دوم

۸-۴۵ ،، ۸-۵۲	تلاوت قرآن کریم	مکرم مولوی عبد العزیز صاحب بھامڑی
۸-۵۲ ،، ۹-۰۰	نظم	مکرم ثاقب زیروی صاحب
۹-۰۰ ،، ۹-۱۵	انصار اللہ کی ذمہ داریاں	مکرم چوہدری انور حسین صاحب
۹-۱۵ ،، ۱۰-۱۰	سوال و جواب نوٹ: سوالات۔ افتاء۔ قضاء یا سیاسیات سے متعلق نہ ہوں گے۔	۱۔ مکرم مولوی محمد منور صاحب ۲۔ مکرم ملک سیف الرحمٰن صاحب ۳۔ مکرم مولانا عبد المالک خان صاحب
۱۰-۱۰ تا ۱۰-۲۵	ایمان بالغیب	مکرم قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری
۱۰-۲۵ ،، ۱۰-۳۵	نظم	مکرم نصیر احمد صاحب مربی
۱۰-۳۵ ،، ۱۱-۱۰	خطاب	محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب صدر مجلس
۱۱-۱۰ ،، ۱۱-۲۰	نظم	مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب
۱۱-۲۰ تا	اختتامی خطاب۔ عہد و دعا	سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں درخواست کی جائے گی۔

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی شناخت کا طریق

انسان کو چاہئے کہ اس کے واسطے اپنے دل کو ہی ترازو بنائے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-

''دین کو دنیا پر مقدم رکھنا نہایت مشکل امر ہے ۔ کہنے کو تو انسان کہہ لیتا ہے اور اقرار بھی کر لیتا ہے مگر اس کا پورا کرنا ہر ایک کا کام نہیں ۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنا اس طرح سے پہچانا جاتا ہے کہ جب انسان کا دنیوی مال میں نقصان ہو تو کس قدر درد اس کے دل کو پہنچتا ہے اور اس کے بالمقابل جیسا کسی دینی امر میں نقصان ہو جائے تو پھر کس قدر درد اس کے دل کو ہوتا ہے ۔ انسان کو چاہئے کہ اس شناخت کے واسطے اپنے دل کو ہی ترازو بنائے کہ دنیوی نقصان کے واسطے وہ کس قدر بے قرار ہوتا ہے اور چیختا چلاتا ہے اور پھر دینی نقصان کے وقت اس کا کیا حال ہوتا ہے ۔ یہ ہے وہ شخص جو دوسرے کو دھوکا دیتا ہے مگر بدتر وہ ہے جو اپنے آپ کو بھی دھوکا دیتا ہے ۔ دین کو مقدم نہیں کرتا اور خیال کرتا ہے کہ میں دین کو مقدم کئے ہوئے ہوں ۔ وہ سچے طور پر خدا تعالیٰ کا فرمانبردار نہیں بنا اور ظن کرتا ہے کہ میں مسلمان ہوں ۔ جو شخص دوسرے پر ظلم کرتا ہے ممکن ہے کہ وہ ظلم کر کے بھاگ جائے اور اس طرح اپنے آپ کو بچائے مگر وہ جس نے اپنی جان پر ظلم کیا وہ کہاں بھاگ کر جائے گا اور اس ظلم کی سزا سے کس طرح بچ سکے گا ۔ مبارک ہے وہ جو دین کو اور خدا تعالیٰ کو سب چیزوں پر مقدم رکھتا ہے کیونکہ خدا بھی اسے مقدم رکھتا ہے ''

(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۳۰۵، ۳۰۶)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں طبع ہؤا ۔